ماہنامہ خالد

احمدی نوجوانوں کیلئے

دسمبر 2001ء

مدیر
اسفندیار منیب

مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی تقریب تقسیم انعامات منعقدہ ،28 اکتوبر 2001ء کے موقع پر

حاضرین شوریٰ کا ایک منظر

فہرست عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان برائے سال 2001ء-2002ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از رہ شفقت سال 2001ء-2002ء کے لئے درج ذیل ممبران عاملہ کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔

عہدہ	نام
نائب صدر اوّل	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب
نائب صدر دوئم	مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب
معتمد	مکرم سلیم الدین صاحب
مہتمم خدمت خلق	مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
مہتمم تربیت	مکرم حافظ خالد افتخار صاحب
ایڈیشنل مہتمم تربیت برائے نومبائعین	مکرم امین الرحمٰن صاحب
مہتمم مال	مکرم اکبر احمد صاحب
مہتمم تعلیم	مکرم فرید احمد نوید صاحب
مہتمم عمومی	مکرم ظہیر احمد خان صاحب
مہتمم صحت جسمانی	مکرم رفیق احمد ناصر صاحب
مہتمم وقار عمل	مکرم ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب
مہتمم صنعت وتجارت	مکرم نصیر احمد انجم صاحب
مہتمم تحریک جدید	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
مہتمم اصلاح وارشاد	مکرم اسفندیار منیب صاحب
مہتمم تجنید	مکرم ظفر اللہ خان صاحب
مہتمم امور طلباء	مکرم سید میر محمود احمد صاحب
مہتمم اشاعت	مکرم شمشاد احمد قمر صاحب
مہتمم اطفال	مکرم حافظ راشد جاوید صاحب
مہتمم مقامی	مکرم ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب
محاسب	مکرم حافظ حفیظ الرحمٰن صاحب
معاون صدر	مکرم نصیب احمد بٹ صاحب
معاون صدر	مکرم مشہود احمد صاحب
معاون صدر	مکرم میر مظفر احمد صاحب
معاون صدر	مکرم افتخار اللہ سیال صاحب

والسلام خاکسار

سید محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

دسمبر 2001ء فتح 1380ھش						
ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
1	2	3	4	5	6	7
8	9	10	11	12	13	14
15	16	17	18	19	20	21
22	23	24	25	26	27	28
29	30	31				

جلد نمبر 48 شمارہ نمبر 12

دسمبر 2001ء

مدیر
اسفندیار منیب

نائبین
منصور احمد نور الدین-فرید احمد ناصر
معاونین
احمد طاہر مرزا-میر انجم پرویز

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر
پیج لے آؤٹ: شیخ نصیر احمد
پبلشر: قمر احمد محمود
مینیجر: سلطان احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی

اداریہ

ہمارا جلسہ سالانہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۱ء میں مخلصین داخلین سلسلہ بیعت کے لئے دسمبر کی ۲۷ سے ۲۹ تک سہ روزہ جلسہ کا اعلان فرمایا۔ نیز فرمایا کہ آئندہ بھی انہی ایام میں یہ جلسہ منعقد ہوا کرے گا اور غرض اس کی یہ بیان فرمائی کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول ﷺ کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے کہ سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اس میں ربانی باتیں سنائی جائیں گی۔ اور خدا کے حضور دعائیں کی جائیں گی ایسے حقائق و معارف سنانے کا شغل جاری رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ نئے داخل ہونے والے پرانوں کو ملیں گے اور رشتۂ اخوت میں پروئے جائیں گے اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کی کوشش کی جائے گی جو بھائی اس سرائے فانی سے گذر جائیں گے ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔

جماعت احمدیہ کی ۱۰۰ سال سے زائد تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ہمارا جلسہ سالانہ انہی خصوصیات کا حامل رہا ہے اور انہی مقاصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔ انشاء اللہ

اگرچہ پاکستان میں اس مقدس اور بابرکت اجتماع کا انعقاد روک دیا گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تو ہر ملک میں یہ بابرکت جلسے جاری کرا دیئے ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ پر آنیوالوں کے لئے بہت سی دعائیں کی ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ ان احمدیوں کے حق میں بھی پوری ہوں جو جلسہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے اس میں شمولیت سے محروم ہیں۔ اور ان کے لئے تو ضرور قبول ہوں جو دنیا میں ہونے والے جلسوں پر پروانے بن کر پہنچتے ہیں اور کاسۂ دل کو دیدارِ رُخِ روشن سے لبالب بھرتے ہیں۔ اور وہ دعائیں یہ ہیں:-

''ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہمّ و غم دور فرماوے۔ اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل ص ۳۴۲)

حضرت المصلح الموعود کا ایک انوکھا عید کارڈ

(از ڈاکٹر محمد احمد صاحب ابن حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب۔ ربوہ)

۱۹۲۰ء کے موسم گرما میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ڈلہوزی تشریف لے گئے تھے۔ اثنائے قیام عیدالاضحیٰ کا دن بھی آ گیا۔ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ نمازِ ظہر کے بعد شہر سے باہر چلیں گے۔ چنانچہ اہل قافلہ میں سے بعض کے ہمراہ بکروٹا پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ ایک علیحدہ مقام پر پہنچ کر حضور نے دو۔ دو رکعت نوافل باجماعت ادا فرمائے۔ جو قرأت بالجہر کے ساتھ ڈیڑھ گھنٹہ میں ادا کئے گئے۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا:-

''لوگوں نے بھی پیسہ خرچ کر کے کچھ عید کارڈ بھیجے تھے۔ ہم نے بھی آج عید کارڈ بھیجے ہیں۔ اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب ہی درود پڑھ کر دعا کی ہے۔ کہ ان کو اور ان کے خلفاء کو اور تمام اولیائے اُمت کو اور تمام پچھلے انبیاء کو (حضور کی طرف سے' مقتدیوں حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب' حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب' محترم خلیفہ تقی الدین صاحب' محترم سید محمود اللہ شاہ صاحب' محترم نیک محمد صاحب' عبدالاحد صاحب' عبدالقادر صاحب اور حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب) اور ان ساتھیوں کی طرف سے جو پیچھے کوٹھی پر رہ گئے تھے۔ سب کی طرف سے تحفہ عید پہنچایا جائے۔ اور تحفہ وہ ہو جو اللہ تعالیٰ مناسب اور بہتر سمجھے''۔

آپ بھی ایسے ہی عید کارڈ بھیجا کریں

اس کے بعد فرمایا کہ ''یہ دعا بھی بہت حد مختصر کرنی پڑی ہے کیونکہ وقت زیادہ ہو گیا تھا''۔ اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا'' کہ کوئی علیحدہ جگہ تلاش کی جائے'' مگر باوجود تلاش بسیار ایسی کوئی جگہ نہ مل سکی۔ اس پر فرمایا کہ ''اچھا چلو راستہ میں ہی دعا کرتے جائیں گے''۔ چنانچہ اس طرح چلتے چلتے دعائیں کرتے ہوئے حضور اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے۔ میرے والد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب بیان فرمایا کرتے تھے کہ یہ نماز نوافل اس قدر طویل تھی کہ بعض کمزوروں کو نیند کا ٹھونکا آ جاتا تھا۔ مگر حضور نے بڑے عزم کے ساتھ باوجود کمزور ہونے کے دعا کا حق ادا کیا۔

تعارف کتب

لُجّةُ النُّور

مکرم فرید احمد ناصر صاحب۔ ربوہ

یہ کتاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عربی میں تصنیف فرمائی۔ ایک سو چالیس صفحات پر مشتمل اس کتاب کا فارسی ترجمہ بھی ساتھ موجود ہے۔ یہ کتاب روحانی خزائن کی ۱۶ویں جلد میں ہے۔

وجہ تصنیف

جیسا کہ اس کتاب کے سرِ ورق سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب دراصل مختلف ممالک عرب، شام، بغداد، عراق اور خراساں کے علماء کو دعوت حق کے لئے بعض رویا کی تحریک کے نتیجہ میں لکھی گئی۔

خلاصہ مضامین ونفس مضمون

اس کتاب میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی صداقت کے مختلف دلائل پیش فرماتے ہوئے ضرورت زمانہ کو بھی دلیل بنایا ہے۔

اسی طرح آپ نے اپنے خاندانِ سلف کا ذکر فرمایا۔ دین حق کی تکلیف دہ صورت حال کا نقشہ کھینچا اور پادریوں کی آپ کے سامنے بے بسی اور ان کی شکست کا تذکرہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے فضائل جو آپ پر بارش کی طرح مسلسل نازل ہوتے رہے۔ ان کا بھی تفصیلاً ذکر فرمایا۔ اور دینوی تمام غموں سے اپنے آپ کو محض خدا کے فضل سے مبرا ثابت کیا۔ اس کتاب کے شروع میں آپ نے اپنی کنیت ابو محمود احمد تحریر فرمائی ہے۔

صالح علماء کی تکریم

اسی طرح آپ نے اس بات کا جواب دیا کہ آپ نے نعوذ باللہ صالح علماء کی توہین کی ہے آپ نے فرمایا:-

''ہم نیک اور صالح علماء اور مہذب شرفاء کی ہتک سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا آریہ یا عیسائی یا کسی اور مذہب کے ہوں بلکہ ہم تو اُن کے سفہاء اور بے ہودہ لوگوں میں سے بھی صرف ان کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی فضول گوئی اور بدگوئی اور سب وشتم میں مشہور ہو چکے ہیں۔ لیکن جو لوگ سفاہت اور بدزبانی سے بری ہیں۔ ہم ان کا خیر سے ذکر کرتے ہیں اور ان کی تکریم و احترام کرتے اور ان سے بھائیوں کی طرح محبت رکھتے ہیں''۔ (ترجمہ، لجۃ النور صفحہ ۷۳)

حضور ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

اليوم يئس الذين كفروا كانوا يصولون على الاسلام

(صفحہ ۱۳۹ لجۃ النور)

یعنی آج اسلام پر حملہ آور کفار ناامید ہوگئے ہیں اور تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مصلحین کی تمام شرائط مجھ میں جمع کر دی ہیں اور اس نے مجھے ہر قسم کی برکات سے نوازا اور میری ہر آرزو پوری کی اور ہر قسم کی دینی و دنیوی نعمتوں سے مجھے مالا مال کیا ہے۔ ان نعمتوں کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے اس نعمت کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ بعض اوقات انسان اس خیال سے افسردہ اور دل شکستہ اور غمگین رہتا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہوتا جو اس کی وفات کے بعد اس کا وارث ہو مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس قسم کا غم مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ہوا۔ واعطانی ربی ابناء لخدمة ملته کیونکہ میرے رب نے مجھے اپنی جناب سے بیٹے عطا کئے ہیں۔ جو دین (حق) کی خدمت کریں گے۔ (صفحہ ۶۲ لجۃ النور)

☆☆☆

بغیر حساب جنت میں جانے والے صحابی اور عالم اسلام کے تابدار ستارے

حضرت عکاشہ بن محصنؓ

(مکرم خواجہ عبدالعظیم احمد صاحب)

آپؓ کا پورا نام اور سلسلہ نسب عکاشہ بن محصن بن حرثان بن قیس بن مرۃ بن بکیر بن غنم بن دودان بن اُسد بن خزیمہ الأسدی ہے۔ بعض محدثین نے (بقول اسد الغابۃ) بُکیر کی جگہ کثیر بیان کیا ہے۔

آپ کے نام کا تلفظ یوں ہے۔

ع پر ضمہ ہے اور کاف پر تشدید ہے بعض اس کو بغیر تشدید کے بھی پڑھتے ہیں۔ (الاصابہ) عکاشہ اندازاً ۵۹۰ء میں ۲۱ قبل نبوت پیدا ہوئے۔ آپؓ کی کنیت ابو محصن تھی۔ اور قبیلہ بنو اُسد سے نسلی و نسبتی تعلق رکھتے تھے۔ (یہ بہت بڑا اعدنانی قبیلہ تھا۔ جس کی کئی شاخیں تھیں۔ نجد اور طے کے ہمسائے میں رہتے تھے۔ بعثت اسلام کے بعد یہ لوگ حجاز میں پھیل گئے) یہ قبیلہ بنو عبد شمس کا حلیف تھا۔

آپؓ ان خوش قسمت صحابہ میں سے تھے جن کو حضورﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا "مجھ پر امتیں پیش کی گئیں چنانچہ میں نے دیکھا کسی پیغمبر کے ساتھ چھوٹی سی جماعت ہے۔ کسی پیغمبر کے ساتھ ایک آدمی کسی کے ساتھ دو آدمی ہیں اور بعض ایسے بھی تھے جن کے ساتھ کوئی نہ تھا اچانک مجھے ایک انبوہ کثیر نظر آیا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ میری امت ہوگی لیکن مجھے کہا گیا یہ موسیٰ اور ان کی امت ہے لیکن آپ آسمان کے کنارہ کی طرف نظر اُٹھائیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت موجود ہے پھر مجھے کہا گیا آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھیں تو وہاں بھی بہت بڑی جماعت نظر آئی تو مجھے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے۔ ستر ہزار ان کے علاوہ ہیں جو جنت میں بلا حساب اور عذاب داخل ہونگے" پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور اپنے حجرے میں چلے گئے (آپﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد) صحابہ کرام بحث کرنے لگے کہ وہ کون لوگ ہوں گے جو جنت میں بلا حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے۔ بعض نے کہا شاید وہ لوگ ہوں گے جن کو رسول اللہﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے بعض نے کہا شائد وہ لوگ جن کی پیدائش حالت اسلام میں ہوئی اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں ٹھہرایا۔ (اس سلسلہ میں) مختلف خیالات کا اظہار کیا (یہ سن کر) آپ تشریف لائے دریافت فرمایا "تم کیا بحث کر رہے ہو"۔ صحابہ نے بتایا۔ آپؐ نے فرمایا "یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو دم کرتے ہیں اور نہ کرواتے ہیں۔ اور نہ ہی بدشگونی لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں" (یہ سن کر) عکاشہ بن محصنؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ "اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے"۔ آپؐ نے فرمایا: "تو ان میں شامل ہے" اس کے بعد ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اس نے عرض کیا اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے آپؐ نے فرمایا۔ "عکاشہ تم پر سبقت لے گیا ہے"

(مسلم کتاب الایمان)

اس سے صحابہ کی سبقت کا نمونہ اور آنحضورﷺ کی عظیم الشان دلداری اور محبت عیاں ہوتی ہے۔ یہ وہ صحابہؓ تھے جنہوں نے خوب محبت کی اور محبت کا جواب بھی محبت سے پایا۔ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ قیامت تک سنائی دیتے رہیں گے۔

اس حدیث کے بعد یہ الفاظ بطور ضرب المثل استعمال ہونے لگے۔

سبقک بِها عکاشة۔۔۔ یُقالُ للسابقِ فِی الامْرِ

(بحوالہ الاصابہ)

آپؓ سابقین واولین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپؓ نے مدینہ ہجرت کی اور جنگ بدر میں شرکت کی اور بدری صحابی کہلائے۔معرکہ بدر کے دوران آپؓ کے ہاتھ میں ایک تلوار ٹوٹ گئی۔ آپؓ کو آنحضورؐ نے ایک لکڑی بخشی جو تلوار نما تھی۔ جس کا نام ''عون'' تھا۔ آپؓ اس تلوار نما لکڑی سے لڑتے رہے یہاں تک کہ فتح مبین حاصل ہوگئی۔

یہ تلوار نما لکڑی سفید تیز دھار کی تھی اور کھجور کے درخت سے بنی تھی۔ یہ آپؓ کے پاس رہی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں باغیوں کی طرف بھیجی جانے والی مہمات میں بھی شرکت کے دوران اسی سے لڑتے رہے۔

ایک جنگی مہم میں جو قریباً ۱۲ھ کا واقعہ ہے لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمایا۔

بنو اسد کی طرف مہم کے دوران آپؓ کو طلیحہ بن خویلد نے قتل کیا۔ یہ طلیحہ وہی ہے جس نے بعد میں مدعی نبوت ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق آپؓ کے ساتھ حضرت ثابت بن اقرمؓ بھی شہید ہوئے اور اس طلیحہ نے آپؓ کو بھی قتل کیا۔

بقول اسد الغابہ آپؓ کی عمر حضورؐ کی وفات کے وقت ۴۴ برس تھی اور اس سے پتا چلا کہ آپؓ ۴۵ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

اسد الغابہ کی ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں طلیحہ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوئے: ''تم نے دو نیک آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ یعنی عکاشہؓ اور ثابتؓ بن اقرمؓ کو۔ اس پر طلیحہ نے کہا کہ اللہ نے ان کو میرے ہاتھ سے عزت بخشی اور شرف عطا فرمایا۔ (کیونکہ دونوں شہید ہوئے) اور مجھ کو ان کے ہاتھوں سے ذلیل ہونے سے بچالیا۔ (مراد یہ کہ اگر اس وقت میں ان کے ہاتھوں مارا جاتا تو چونکہ میں کافر تھا اس لئے یہ میرے لئے موجب شرف نہ ہوتا بلکہ موجب ذلت ہوتا)

(اسد الغابہ ذکر طلیحہ بن خویلد)

غرضیکہ آپ کی یہ سبقت ہر ایک کو اس کے سوچنے پر مجبور کر کے اللہ کے حضور مقبول ہوئی۔ کہ کاش یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے ہوتے کہ یا رسول اللہ! ''کیا میں بھی ان خوش نصیبوں میں ہوسکتا ہوں''

المراجع والمصادر

☆اسد الغابہ ☆الاصابہ ☆رسول رحمتﷺ

اعلان

مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ پاکستان کے اختتامی اجلاس (مورخہ ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۱ء) کے بعد منعقد ہونے والی تقریب تقسیم انعامات کی رپورٹ اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بہترین قائد حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں

(مکرم حافظ مبشر احمد جاوید صاحب۔ ربوہ)

''سائق کے مقابلہ میں قائد کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ قائد کا لفظ ایک طرف افسر کی بہادری اور دوسری طرف فوجوں کی بشاشت پر دلالت کرتا ہے۔ تیسرے اچھا نمونہ دکھا کر دوسروں کو تحریص دلانے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

درحقیقت عمدہ لیڈر وہی ہوتا ہے جس میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں یعنی وہ اپنے نمونہ کے ساتھ فوج کو رغبت دلائے اور انہیں بتائے کہ میں بھی قربانی کرتا ہوں تم بھی ہر قسم کی قربانی سے کام لو۔ پھر خود اس کے اندر ایسی بشاشت پائی جائے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنے میں ایک لذت محسوس کرے کیونکہ قائد وہی ہوتا ہے جو اپنے ساتھیوں سے آگے دوڑ رہا ہوتا ہے۔ سپاہی اس کے پیچھے پیچھے ہوتے ہیں اور وہ دشمن سے مقابلہ کے لئے آگے آگے جا رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح کامیاب جرنیل وہ ہوتا ہے جس کے سپاہیوں میں بھی بشاشت پائی جائے۔ چنانچہ قائد کے لفظ میں اس طرف بھی اشارہ ہوتا ہے کہ مجھے اپنے پیچھے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میرے ماتحت اپنے فرائض کا ایسا احساس رکھتے ہیں کہ وہ خود بخود میرے پیچھے چلے آئیں گے۔

غرض سائق اور قائد دو متقابل الفاظ ہیں۔ سائق پیچھے پیچھے چلتا ہے اور قائد فوج کے آگے آگے چلتا ہے اور اپنے نمونہ سے سپاہیوں کی ہمت بڑھاتا ہے اور ان کے اندر ایک نیا ولولہ اور نئی زندگی پیدا کرتا ہے۔

امریکن تاریخ میں ایک نہایت ہی لطیف واقعہ بیان ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کامیاب لیڈر کس طرح اپنے نمونہ سے اپنے ساتھیوں کے دلوں کو فتح کیا کرتے ہیں۔ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ پہلے انگریزوں کے ماتحت ہوا کرتا تھا۔ ایک عرصہ کی غلامی کے بعد ان میں آزادی کی تحریک پیدا ہوئی مگر اس وقت ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس مقابلہ کیلئے فوجیں نہیں تھیں اور نہ ہی کافی مقدار میں سامانِ جنگ موجود تھا اور انگریزوں کے پاس فوجیں بھی تھیں اور ہر قسم کا سامان جنگ بھی تھا۔ بہر حال جب تحریک آزادی شروع ہوئی تو زمینداروں اور مزدوروں وغیرہ نے اپنے آپ کو والنٹیئرز کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا اور سارے ملک میں انگریزوں کے خلاف ایک آگ لگ گئی۔ جب یہ تحریک زیادہ مضبوط ہو گئی تو انہوں نے اپنے میں سے ایک افسر مقرر کیا جس کا نام واشنگٹن تھا اسی کے نام پر بعد میں امریکہ میں واشنگٹن شہر بنایا گیا۔

واشنگٹن ایک سیدھا سادہ آدمی تھا جنگی فنون میں کچھ زیادہ مہارت نہیں رکھتا تھا۔ مگر اخلاص اور دردِ قومی اس کے اندر موجود تھا۔ وہ سارے ملک میں چکر لگاتا۔ تقریریں کرتا اور لوگوں کو ابھارتا کہ آزادی بڑی نعمت ہے اس کے لئے جدوجہد کرو۔ ایک دفعہ وہ اپنے ملک کا چکر لگا رہا تھا کہ اس نے ایک جگہ پر دیکھا کہ کوئی قلعہ بن رہا ہے اور کارپول نگرانی کے لئے پاس کھڑا ہے۔ کام کرنے والے صرف چار پانچ سپاہی تھے۔ اتفاقاً ایک دو شہتیر ایسے آ گئے کہ ان کا اوپر چڑھانا مشکل ہو گیا۔ وہ زور لگا لگا کر اوپر کھینچتے مگر وہ پھر نیچے گر جاتے اور وہ کارپورل پاس کھڑا انہیں کہتا جاتا کہ شاباش خوب زور لگاؤ۔ شاباش ہمت نہ ہارو۔ مگر آگے بڑھ کر ان کی مدد نہیں کرتا تھا۔ اسی دوران واشنگٹن وہاں سے گزرا وہ اس وقت ایک

سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اپنا گھوڑا روک لیا اور پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ انگریزی فوج آ رہی ہے۔ اس کے مقابلہ کیلئے ہم یہ قلعہ بنا رہے ہیں تا کہ سپاہی اس میں ٹھہر سکیں۔ اس نے کہا کہ پھر اس قلعہ کے بننے میں دقت کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ دقت یہ ہے کہ شہتیر بہت بھاری ہیں اور ہم سے اوپر چڑھائے نہیں جاتے۔ اس نے کارپورل سے پوچھا کہ تم ان کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ میں تو افسر ہوں۔ میرا فرض یہ ہے کہ میں ان سے کام لوں اور ان کی نگرانی کروں۔

واشنگٹن نے یہ بات سنی تو فوراً اپنے گھوڑے پر سے اترا اور سپاہیوں کے ساتھ مل کر اس نے کام کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ شہتیر اوپر چڑھ گئے۔ جب کام ہو چکا اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر واپس جانے لگا تو کارپورل نے اسے کہا کہ میں آپ کا اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس مشکل کام میں ہماری مدد کی۔

واشنگٹن نے جواب میں کہا۔ آپ کی مہربانی۔ میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ جب کبھی آپ کسی ایسی مصیبت میں پھنس جائیں کہ آپ کو دوسرے کی مدد کی ضرورت ہو تو اپنے کمانڈر انچیف واشنگٹن کو بلا لیا کرنا۔

یہ قائد کی مثال ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر کام کیلئے پیش کر دیتا ہے اور قربانی کے وقت وہ دوسروں سے پیچھے نہیں بلکہ ان کے آگے آگے ہوتا ہے اور اپنے نمونہ سے ان کے اندر کام کی تحریص پیدا کرتا ہے اگر کسی اعلیٰ درجہ کے قائد کے ہوتے ہوئے بھی لوگ اس کے نمونہ سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ان کی بڑی بدقسمتی ہوتی ہے۔ ہم نے خدام کے افسروں کا نام بھی قائد اسی لئے رکھا ہے کہ وہ اپنے نمونہ سے لوگوں کے دل فتح کریں"۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 374، 375)

☆☆☆

بقیہ صفحہ 35 سے

اور ثقافت کا مناسب تحفظ ہوگا۔ وہ بلحاظ رنگ و نسل ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے"۔

(بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح صفحہ ۲۲ مرتبہ پروفیسر حمید اللہ ہاشمی)

یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ بعض مصلحتوں کی بناء پر قائداعظم کے پاکستان میں انہی کے نظریات کو نظرانداز کرنے کا سلسلہ زور پکڑتا گیا اور پاکستان کے اس تصور کی جگہ جو قائداعظم نے پیش کیا، نئے نئے تصورات تراش کر ذاتی اغراض کی تسکین کی گئی، لیکن یہ سلسلہ کتنا ہی دراز کیوں نہ ہو اِک نہ اِک دن ضرور ختم ہو کے رہے گا۔ اس لئے کہ

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

قائداعظم کے یہ الفاظ تاریخ کے صفحات پر اَن مٹ ہو چکے ہیں۔

"آپ آزاد ہیں۔ اپنے مندروں، مسجدوں اور دوسری عبادت گاہوں میں جانے کے لئے، آپ پاکستان کی مملکت میں بالکل آزاد ہیں۔ آپ کسی مذہب، فرقہ، عقیدہ سے تعلق رکھیں۔ اس کا کاروبار سلطنت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم اس بنیادی اصول سے آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں اور مساوی الحیثیت۔ ہمیں اس مسلک کو اپنے نصب العین کے طور پر سامنے رکھنا چاہئیے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے زمانہ گزرتا جائے گا نہ ہندو ہندو رہے گا اور نہ مسلمان مسلمان۔ مذہبی اعتبار سے نہیں کیونکہ یہ تو ذاتی عقائد کا معاملہ ہے بلکہ سیاسی لحاظ سے ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہو جائیں گے"۔ (خطبات قائداعظم صفحہ ۵۶۳)

دعا کے فوائد

حضرت مصلح موعود کے ارشادات کی روشنی میں

دعا کی حقیقی غرض اور مقصد

دعا کی حقیقی غرض اور مقصد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

''اصل بات یہ ہے کہ دعا کی وہ حقیقی غرض نہیں جو عام طور پر خیال کی گئی ہے یعنی یہ کہ بس جو کچھ مانگا جائے وہ ضرور مل جائے۔ بلکہ حقیقی غرض دعا کی ایمان اور تزکیہ نفس کا پیدا کرنا ہے۔ دعا کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان حاصل ہو اور اس کے دل میں صفائی اور پاکیزگی پیدا ہو''۔ (انوار العلوم جلد ۹ صفحہ ۴۳۲)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے جلسہ سالانہ ۱۹۲۶ء کے دوسرے روز مورخہ ۲۷ دسمبر کو اپنے پر معارف خطاب میں دعا کے فوائد بیان کئے جو ذیل میں تحریر کئے گئے ہیں۔

دعا سے خدا تعالیٰ کی صفات پر ایمان کا حصول

''پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ کی تقدیر خاص کا بندہ کے منہ سے اقرار کراتی ہے اور خدا تعالیٰ کی صفات پر یقین دلاتی ہے کیونکہ انسان جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قادر یقین کرتا ہے کہ وہ اس کی مصیبت کو دور کر سکتا ہے یا اس کی ضرورت کو پورا کر سکتا ہے تو اس طرح بندہ کو خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص پر ایمان پیدا ہوتا ہے اور اگر اس کی ایک دعا بھی قبول ہوتی ہے تو وہ اس کے دل میں یہ یقین پیدا کرتی ہے کہ اس کا خدا وہ خدا ہے جو اس کے لئے اپنے قانون کو بھی بدل سکتا ہے''۔

دعا سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول

''دوسرا فائدہ دعا کا یہ ہے کہ انسان جب دعا کرتا ہے تو اس وقت اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے قریب ہے اور میری آواز کو سنتا ہے۔ دعا کی اصل غرض یہ نہیں کہ اس کی عارضی ضروریات ہی پوری ہوں بلکہ اس کی اغراض میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بندہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچا جائے اور اس کو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ اس کو یہ یقین ہو اور اقرار بھی کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہے۔ چنانچہ اس غرض کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس طرح بیان فرماتا ہے۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب کہ بندہ جب میرے حضور دعا کرتا ہے تو میں اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اس کی آواز کو سنتا ہوں۔ پس دعا کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے قرب کا مقام حاصل ہو اور وہ اسے اپنی گود میں لے لے''۔

دعا سے انعامات کے حصول کی تیاری

''پس دعا کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ اس دنیا میں انسان کے اندر اگلے جہان میں کام کرنے کے لئے قابلیت پیدا ہو جائے۔ گو یہاں اس کی دعائیں قبول نہ ہوں لیکن وہ اگلے جہان میں کام آنے والی حسنات بھی کھاتہ میں درج کی جاتی ہیں۔ تو دعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کو اور انعامات کے لئے تیار کیا جاتا ہے''۔

دعا سے توکل کا حصول

''چوتھا فائدہ دعا کا یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ پر توکل کا نشان ہے کیونکہ بندہ دعا کے وقت اپنے عجز کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ اقرار کرتا ہے کہ تو ہی قادر و توانا ہے۔ خدا کے فضل کے ہم کبھی امیدوار نہیں ہو سکتے جب تک اس کے حضور اقرار نہ کریں کہ تو طاقتور ہے اور ہم کمزور ہیں۔ یہ توکل کا مقام ہے جو دعا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا''۔

دعا سے اللہ تعالیٰ کے قدرت کے نمونے ملنا

''پانچواں فائدہ دعا کا یہ ہے کہ دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یقینی نمونے ہمیں ملتے ہیں...... جب ہم روزانہ دعاؤں کی قبولیت کے نمونوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہم کیسے ان کے اثرات سے انکار کریں''۔

دعا سے دل میں قوت اور طاقت کا پیدا ہونا

''چھٹا فائدہ دعا کا یہ ہے کہ اس سے دل میں قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے اور بزدلی دور ہوتی ہے کیونکہ بزدلی مایوسی سے پیدا ہوتی ہے لیکن دعا کرنے والا مایوس نہیں ہوتا جو شخص دعا کرے گا اللہ کے حضور یہ یقین لے کر جائے گا کہ خدا ہے اور وہ میری مدد یا حاجت روائی کر سکتا ہے اس سے اس کے دل میں تسلی ہوگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جزع فزع سے محفوظ رہے گا اور دوسرے سامان بھی کام کے لئے مہیا کرے گا''۔

دعا سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول

''ساتواں فائدہ یہ ہے کہ بعض وقت دعا کا قبول نہ ہونا ہی اس کا قبول ہونا ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں ہیں جن کو انسان مفید سمجھتا ہے لیکن وہ مضر ہوتی ہیں۔ اس لئے بعض دفعہ دعا کا قبول نہ کرنا ہی انسان کے لئے رحمت ہوتا ہے''۔

دنیوی مشکلات میں دعا کا اثر

''آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ جس جگہ پر تدبیر رہ جاتی ہے۔ وہاں دعا کام کرتی ہے۔ جب تدابیر اور ظاہری اسباب کا سلسلہ منقطع نظر آتا ہے اس وقت دعا اپنا اثر دکھاتی ہے''۔

دعا سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ملنا

''نواں فائدہ دعا کا یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ہوتی ہے دعا مانگنے کے بعد جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر زیادہ ثبوت ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ ہی آپ کوئی کام ہو جائے''۔

(بحوالہ انوار العلوم جلد نہم صفحہ ۴۳۳ تا ۴۳۵)

دعاؤں کے ان روح پرور فوائد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ اپنا بیشتر وقت دعاؤں میں گزاریں۔ اور اس رمضان المبارک کو دعاؤں کے لحاظ سے یادگار بنا دیں۔ اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اس پاکیزہ نصیحت پر عمل کرنا چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''پس خوب سمجھ لو کہ اگر تم آہ و بکا اور عجز و انکسار میں سستی کرو گے تو خدا کو تمہاری کیا پرواہ ہے انسان خدا کا محتاج ہے نہ کہ خدا انسان کا۔ انسان کو خدا کی ضرورت ہے نہ کہ خدا کو انسان کی۔ ہم فقیر ہیں اور خدا غنی۔ اس لئے ہمیں ضرورت ہے کہ اس کا دروازہ کھٹکھٹائیں نہ کہ وہ ہمیں اپنے فضل اور رحم سے جگائے اور پھر بھی ہم اس سے کچھ نہ مانگیں پس سستی کو چھوڑ کر دعائیں کرنے کی عادت ڈالو...... پس خدا تعالیٰ کے حضور دن رات ایک کر کے عرض کرو اور دعاؤں کو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے غرض یہ کہ ہر وقت وردِ زبان رکھو''۔

(خطباتِ محمود جلد پنجم صفحہ ۱۶۶، الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۱۶)

حجر اسود ۔ اللہ تعالیٰ کی نشانی

(مکرم راجہ برہان احمد طالع صاحب ۔ کراچی)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج:33)

یعنی جو لوگ اللہ کے شعائر کی عظمت کو قائم کرتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دل اللہ کے خوف سے معمور ہیں۔ شعائر سے مراد وہ نشانیاں ہوتی ہیں جن سے کوئی چیز پہچانی جاتی ہے۔ اس میں احکامات، قربانیاں، حرمات اور مقدس جگہیں سب چیزیں آ جاتی ہیں۔

حجر اسود جو اللہ تعالیٰ کے جسمانی طور پر محبانِ صادق کے لیے بنائے گئے خانہ کعبہ کے کونے کا پتھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شعائر اللہ میں داخل کر کے اس کو نسلِ انسانی کے لئے محترم بنا دیا ہے۔ اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ صدیاں بیت گئیں۔ انبیاء، اولیاء اور صلحاء اسے بوسے دیتے چلے آئے ہیں یہاں تک کہ خاتم النبیینؐ نے بھی اس پتھر کو بوسہ دے کر اسے ہمیشہ کے لئے محترم بنا دیا۔

تنصیب حجر اسود

جہاں تک خانہ کعبہ کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ یعنی (خانہ کعبہ) پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس ارشاد کے پیش نظر معین طور پر خانہ کعبہ کی تعمیر اوّل کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ اب تک کسی نے نہیں دیا۔ اسی طرح حجر اسود کی تنصیب خانہ کعبہ کے مشرقی کونے میں کب عمل میں آئی؟ مختلف آراء اس بارے میں موجود ہیں چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنی کتاب سیرۃ خاتم النبیین کے صفحہ ۷۵۔۷۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ: ”حضرت ابراہیم نے خدا سے علم پا کر اسے نئے سرے سے تعمیر کرنے کی تجویز کی تھی۔ حضرت اسمٰعیلؑ تعمیر کے کام میں آپ کے مددگار تھے اور آپ کو پتھر لا لا کر دیتے تھے۔ جب دیواریں کچھ اونچی ہو گئیں تو حضرت ابراہیمؑ نے ایک خاص پتھر لے کر کعبہ کے ایک کونہ میں نصب کیا تا کہ وہ لوگوں کے لیے بطور نشان کے ہو کہ بیت اللہ کا طواف یہاں سے شروع کرنا چاہیے۔ یہ حجر اسود ہے جسے حج میں طواف کے وقت منہ سے یا ہاتھ کے اشارہ سے بوسہ دیتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ حجر اسود بالذات کوئی مقدس چیز نہیں ہے اور نہ ہی طواف کے وقت اسے بوسہ دینا شرک سمجھا جا سکتا ہے بلکہ وہ محض علامت کے طور پر ہے اور اصل تقدس صرف ان پاک روایات کو حاصل ہے جو خانہ کعبہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت عمرؓ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، تو آپ نے حجر اسود کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ ”اے پتھر! میں جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے اور تجھے نفع یا نقصان کی کوئی طاقت حاصل نہیں ہے۔ اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔“ علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ طواف میں صرف حجر اسود والے کونے کو ہی بوسہ نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے ساتھ والے

دوسرے کونے کو بھی بوسہ دیا جاتا ہے اور باقی دو کونوں کو بوسہ دینا اس لیے ترک کیا جاتا ہے کہ بوجہ حطیم کی جگہ چھوٹ جانے کے وہ اپنی اصل جگہ پر قائم نہیں رہے۔ اس طرح بھی حجر اسود کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی"۔

ایک اور رائے کے بارہ میں محترم شیخ عبدالقادر صاحب کچھ یوں لکھتے ہیں۔

"علامہ سراج الدین ابن الوردی نے اپنی کتاب "خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب" میں ابن عباسؓ کی ایک روایت درج کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "جب حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط ہوا تو اس وقت آسمان سے ایک پتھر گرا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اسے اٹھا کر کعبۃ اللہ میں ضم کر لیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس گھر کا حج کیا"۔

اس حدیث سے یہ امر ظاہر ہے کہ حجر اسود شُہبِ ثاقبہ کا ایک ٹکڑا تھا جو کہ آدم علیہ السلام کے وقت میں زمین پر نازل ہوا۔ ہبوطِ آدم کے موقعہ پر جب بظاہر ذریت ابلیس فتح کے نقارے بجا رہی تھی۔ سقوطِ شُہب کے ذریعہ شیاطین کی ہلاکت کا آسمانی نظارہ دکھایا گیا۔ اس رمی شہب کا ایک ٹکڑا زمین پر گرا۔ کالے رنگ کا یہ وہ پتھر ہے جو کہ خدا تعالیٰ کے اولین گھر کے لیے کونے کا پتھر بنایا گیا۔ یہ پتھر شیاطین کا سر توڑنے کے لیے ایک واضح نشان تھا۔ اور ایک بدیہی علامت۔ زبورِ داؤد اور بشارتِ انجیل میں لکھا ہے۔ "جو اس کونے کے پتھر پر گرے گا وہ چکنا چور ہو جائے گا اور جس پر وہ گرے گا اسے بھی وہ نیست و نابود کر دے گا"۔ خدائی منشاء کے مطابق آسمان سے گرنے والا یہ شہاب کعبۃ اللہ کی دیوار میں محفوظ کر لیا گیا۔ اب رہتی دنیا تک شیاطین کی ہلاکت کی یہ ایک علامت اور نشان (Symbol) بنا رہے گا۔

مصر کے علمائے آثارِ قدیمہ نے بھی حجر اسود کے ملاحظہ کے بعد یہی رائے دی ہے کہ یہ شُہب ثاقبہ کا ایک ٹکڑا ہے۔
(الفرقان اکتوبر 1964 صفحہ 26 جلد نمبر 14 شمارہ 10)

حجر اسود کہاں سے آیا

استاد یوسف احمد منقش آثارِ عربیہ نے اپنی کتاب "المحمل والحج" میں لکھا ہے کہ:۔

"......نجانے یہ پتھر اہل عرب تک ٹوٹے ہوئے کارواں کے ذریعے پہنچا یا کسی اور طریق سے......" مزید یہ کہ اہل عرب نے اس پتھر کو ارضی پتھروں کے مشابہ نہ پایا تو اسے شہاب ثاقب کا ٹکڑا قرار دیا۔

حجر اسود کی کمیت و کیفیت کے بارے میں علم ارضیات و احجار کے ماہرین ہی کچھ کہہ سکتے ہیں اور انہیں ضرور اس کی طبیعاتی ترکیب کے بارے میں اپنی تحقیق سامنے لانی چاہیے تاہم اس کے شہابِ ثاقب ہونے کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عرب کے ان ریگ زاروں میں اگر کوئی شہاب ثاقب گرتا تھا تو سادہ تمدن اور کالمعدوم آبادی کی وجہ سے اس پتھر کے وہاں سے ہٹا لیے جانے اور ضائع ہو جانے کا امکان بھی بہت کم تھا۔
(حرم مکہ از پروفیسر عبدالرحمان عبد۔ صفحہ 82)

26 اگست 1983ء کی ایک مجلس سوال جواب میں ایک دوست نے حجر اسود کے بارہ میں سوال کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ "یہ بڑا پرانا سوال ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی اٹھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جب پہلی بار خانہ کعبہ تعمیر ہوا تو یہ پتھر اس کے لیے آسمان سے اترا تھا اور جب زمین میں داخل ہوا تو یہاں کے گناہوں سے آلودہ ہو کر کالا سیاہ ہو گیا حالانکہ جب آسمان سے چلا تھا تو بالکل سفید پتھر تھا اس ارشاد نبویؐ سے صاف پتہ چلتا

ہے کہ تمثیلی زبان میں بات ہو رہی ہے کیونکہ پتھر کے تو کوئی گناہ نہیں ہوتے اور نہ گناہ ان پر اثر کرتے ہیں عین ممکن ہے کہ وہ علاقہ جہاں خانہ کعبہ تعمیر ہوا وہاں آسمان سے شہب گرے ہوں اور اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہو کہ پہلے خانہ خدا میں جو پتھر استعمال ہوں وہ ظاہری صورت میں بھی آسمان سے آئے ہوں اور ان پر ارشاد نبویؐ بالکل صادق آتا ہے کہ اگر آسمان سے پوری طرح سفید پتھر بھی چلے تو جب وہ زمین کی کثیف فضا میں داخل ہوتا ہے تو اس کو آگ لگ جاتی ہے۔ پتھر کا جو حصہ نیچے پہنچتا ہے وہ جھلس کر سلیٹی یا کالی رنگت میں بدل جاتا ہے یہ ہرگز بعید نہیں کہ ایسا واقعہ ہوا ہو۔ اور وہ پتھر جو گرے ہوں وہ خانہ کعبہ کی بنیادوں میں استعمال کئے گئے ہوں۔ یہ نہ عقل کے خلاف ہے نہ سائنسی مشاہدہ کے خلاف ہے نہ موقع و محل کے مضمون کے خلاف ہے۔ یہ بات بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ خانہ کعبہ پر کئی دور آئے ہیں۔ امتدادِ زمانہ سے یہ گھر مٹتا بھی رہا پھر بنتا رہا۔ رفتہ رفتہ پرانے پتھر ضائع ہو گئے صرف یہی ایک پتھر بچا ہوا ہے جسے آغاز کی یاد کے طور پر سنبھال کر رکھا ہوا ہے''۔

(روزنامہ الفضل 18 نومبر 1998ء)

کونے کا پتھر، حجر اسود

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے اسوہ سے بھی حجر اسود کی عزت و تکریم فرمائی اور ایک دفعہ تو یہ ''کونے کا پتھر'' آپ کی حکمت سے اپنی جگہ پر قائم ہوا۔

چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اس واقعہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جب قریش کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے حجر اسود کی جگہ پر پہنچے تو قبائل قریش کے اندر اس بات پر سخت جھگڑا ہوا کہ کون سا قبیلہ اسے اس کی جگہ پر رکھے۔ ہر قبیلہ اس عزت کو اپنے لیے چاہتا تھا۔ حتی کہ لوگ آپس میں لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے اور بعض نے تو زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق ایک خون سے بھرے ہوئے پیالے میں انگلیاں ڈبو کر قسمیں کھائیں کہ لڑ کر مر جائیں گے مگر اس عزت کو اپنے قبیلہ سے باہر نہ جانے دیں گے۔ اس جھگڑے کی وجہ سے تعمیر کا کام کئی دن تک بند رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے تجویز پیش کی کہ جو شخص سب سے پہلے حرم کے اندر آتا دکھائی دے وہ اس بات میں حَکَم ہو کر فیصلہ کرے کہ اس موقعہ پر کیا کرنا چاہیے۔ اللہ کی قدرت! لوگوں کی آنکھیں جو اٹھیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ محمد ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ کو دیکھ کر سب پکار اٹھے۔ ''امین امین''۔ اور سب نے بالاتفاق کہا کہ ''ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہیں''۔ جب آپ قریب آئے تو انہوں نے آپؐ سے حقیقت امر بیان کی اور فیصلہ چاہا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ایسا فیصلہ فرمایا کہ سب سردارانِ قریش دنگ رہ گئے اور آفرین پکار اٹھے۔ آپؐ نے اپنی چادر لی اور اس پر حجر اسود کو رکھ دیا۔ اور تمام قبائل قریش کے روساء کو اس چادر کے کونے پکڑوا دیئے اور چادر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا اور کسی کو بھی شکایت نہ رہی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصویری زبان میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عرب کے مختلف قبائل جواب برسرِ پیکار ہیں وہ اس پاک وجود کے ذریعہ سے ایک مرکز پر جمع ہو جائیں گے۔ جب حجر اسود کی اصلی جگہ کے محاذ میں چادر پہنچی تو آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے چادر پر سے اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ جیسا کہ پہلے کہا گیا تھا تصویری زبان میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عنقریب نبوت کی عمارت کے ''کونے کا پتھر'' آپؐ کے وجود سے اپنی جگہ پر قائم ہوگا۔'' (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 109)

حجر اسود ان شعائر اللہ میں سے ہے جنہیں خانہ کعبہ کے طواف اور حج کے فریضہ کے دوران بھی اہمیت حاصل ہے جسکا عملی نمونہ آنحضرتؐ نے خود پیش فرمایا۔ چنانچہ حضرت سالم اپنے والد سے روایت بیان فرماتے ہیں:۔
''میں نے آنحضرتؐ کو دیکھا کہ جب آپ مکہ آتے تو طواف شروع کرتے وقت حجر اسود کو چومتے اور طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین میں دوڑ کر چلتے''۔
(بخاری۔کتاب المناسک باب الاسلم الحجر)

حضرت ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں۔
''میں نے آنحضرتؐ کو مس کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر حجر اسود اور رکن یمانی''۔
(کتاب المناسک باب ماذکرفی حجر الاسود۔ بخاری)

اسی طرح اور احادیث بھی آئی ہیں جن میں آنحضرتؐ کا حجر اسود کو بوسہ دینے کا ذکر ہے۔ نیز سنت نبویؐ یہ ہے کہ طواف حجر اسود سے شروع کیا جائے۔
احادیث میں چار مختلف نام آئے ہیں۔
1-الحجر الاسود۔2-الحجر۔3-الرکن الاسود۔4-الرکن

موجود حجر اسود

حجر اسود آج بھی قائم و دائم ہے......زمانہ کے باعث اس پر بھی کئی ادوار آئے اور اب یہ کئی ٹکڑوں میں منقسم ہو چکا ہے۔ ان ٹکڑوں کو اردگرد ایک انچ چوڑی پتری لگا کر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ حجر اسود خانہ کعبہ کے مشرقی کونے میں نصب ہے اور سطح مطاف (وہ جگہ جہاں سے طواف کیا جاتا ہے۔) سے ڈیڑھ میٹر بلند ہے۔ پتھر اپنی طبعیاتی حالت میں بسالت (سخت پتھر) اور لاوے کا مرکب ہے جس کا رنگ سرخی مائل ہے۔ اس میں پیلے پیلے ذرات ہیں۔ کثرت کے ساتھ چومنے کی وجہ سے چونکہ اس کی سطح گھستی جارہی ہے اس لیے اس کے اوپر شیشہ لگا دیا گیا ہے اور آجکل اس کا بوسہ لینے والا اس شیشہ کا ہی بوسہ لیتا ہے۔

خدا کے آستانہ کا پتھر

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''خدا کا آستانہ مصدر فیوض ہے یعنی اسی کے آستانہ سے ہر یک فیض ملتا ہے پس اس کے لیے معبرین لکھتے ہیں کہ اگر کوئی خواب میں حجر اسود کو بوسہ دے تو علوم روحانیہ اس کو حاصل ہوتے ہیں کیونکہ حجر اسود سے مراد منبع علم وفیض ہے''۔
(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد نمبر۲ صفحہ ۱۳۵-۱۳۶)

حجر اسود کیا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں: ''حجر اسود کیا ہے؟ ایک اَنگھڑا پتھر ہے۔ چونکہ گھڑے ہوئے پتھروں کی عبادت ہوتی تھی اس واسطے ابراہیمؑ اور ان کی اولاد نے یادگار نشان کے لئے اَن گھڑے پتھر رکھے تھے۔'' (حقائق الفرقان جلد نمبر 1 صفحہ 509)

بوسہ ایک تصویری زبان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حجر اسود کو بوسہ دینے کے متعلق فرماتے ہیں: ''یہ بات بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ خانہ کعبہ پر کئی دور آئے ہیں۔ امتدادِ زمانہ سے یہ گھر مٹتا بھی رہا پھر بنتا رہا۔ رفتہ رفتہ پرانے پتھر ضائع ہوگئے۔ صرف یہی ایک پتھر بچا ہوا ہے جسے آغاز کی یاد کے طور پر سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ اس سے محبت اور عشق ایک قدرتی بات ہے۔ حضرت عمرؓ اس کو بوسہ دیتے وقت یہ فرمایا کرتے تھے کہ تو ایک پتھر ہی تو ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس سے شرک کا جو احتمال تھا اس کی نفی ہو جاتی ہے'' (الفضل 18 نومبر 1998 صفحہ 3)

روزہ......احادیث کی روشنی میں

(مرتبہ: صباحت احمد چیمہ)

روزے دار کی جزاء

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزاء بنوں گا یعنی اس کی اس نیکی کے بدلہ میں اپنا دیدار نصیب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ روزہ ڈھال ہے پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے نہ شور و شر کرے اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے تو روزہ رکھا ہوا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔ کیونکہ اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے دوسری اس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔ (بخاری کتاب الصوم)

روزے دار کا جھوٹ سے اجتناب کرنا

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی اس کا روزہ رکھنا بیکار ہے۔

(بخاری کتاب الصوم)

سحری کی برکت، افطاری اور اس میں جلدی کرنا

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے"۔ (بخاری کتاب الصوم)

اسی طرح ایک اور حدیث میں سحری میں دیر کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جب رات آجائے اور دن چلا جائے یعنی سورج غروب ہوجائے تو روزہ دار کو روزہ کھول لینا چاہیئے" (بخاری)

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "روزہ افطار کرنے میں جب تک لوگ جلدی کرتے رہیں گے اس وقت تک خیر و برکت، بھلائی اور بہتری حاصل کرتے رہیں گے"۔ (بخاری کتاب الصوم باب تعجیل الافطار)

روزہ افطار کرنے کی دعا

حضرت معاذ بن زہرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ افطار کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت۔ یعنی اے اللہ! میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا اور تیرے دیئے ہوئے رزق سے میں روزہ کھول رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

روزہ افطار کروانے کا ثواب

حضرت زید بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو روزہ افطار کرائے اسے روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا لیکن اس سے روزے دار کے ثواب میں

کوئی کمی نہیں آئے گی۔(ترمذی)

رمضان میں عبادات

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور آپ کا یہی معمول وفات تک رہا اس کے بعد آپ کی ازواج مطہراتؓ بھی ان دنوں میں اعتکاف کرتی تھیں۔(بخاری کتاب الاعتکاف)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے کچھ صحابہ کو لیلۃ القدر رمضان کے آخری سات دنوں میں خواب میں دکھائی گئی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب رمضان کے آخری ہفتہ پر متفق ہیں اس لئے جو شخص لیلۃ القدر کی تلاش کرنا چاہے وہ رمضان کے آخری ہفتہ میں کرے۔(بخاری کتاب الصوم)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسولؐ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا دعا مانگوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا تم یوں دعا کرنا: ''اے میرے خدا تو بخشنے والا ہے بخشش کو پسند کرتا ہے۔ مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف کر دے'' (ترمذی کتاب الدعوات)

شوال کے روزے

حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''جو شخص رمضان کے روزے رکھے۔ اس کے بعد (عید کا دن چھوڑ کر) شوال کے بھی چھ روزے رکھے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہوں'' (کیونکہ ایک روزے کا دس گنا ثواب ملتا ہے۔ اس طرح چھتیس روزوں کا تین سو ساٹھ گنا ثواب ملے گا)۔(مسلم کتاب الصیام)

◆◆◆◆◆◆◆◆

بقیہ صفحہ 48 سے

باقی بھی اور سیٹنگ الگ الگ رکھنا چاہتے ہوں تو ونڈوز ان کو الگ الگ Login Name اور پاس ورڈ دے دیتی ہے جب ایک استعمال کنندہ اپنا کام مکمل کر لیتا ہے اور دوسرا کمپیوٹر کو چلانا چاہتا ہے تو پہلا Log Off ہو جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ونڈوز اس کی سیٹنگ کو آف کر دے اسی طرح جب دوسرے آدمی بیٹھنا چاہتا ہے تو وہ پہلے Login ہوتا ہے ونڈوز اس کا نام اور کوڈ پوچھتی ہے جس پر ونڈوز اس کی سیٹنگ جو اس میں محفوظ رکھی ہوتی ہے لے آتی ہے۔

Shut Down کمپیوٹر کو بند کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ ونڈوز کے بہت سے پروگرام ایسے ہوتے ہیں جو ہر وقت چلتے رہتے ہیں اور ان کا Data کمپیوٹر کی Ram میں موجود رہتا ہے۔ تو جب ہم ونڈوز کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو Shut Down کرلے تو وہ ان پروگرام کو پہلے بند کرتی ہے اور جو User ونڈوز میں Login ہوا ہوتا ہے اس کو Log Off کرتی ہے اور اس کی سیٹنگ کو محفوظ کرتی ہے۔ اس کے بعد آپ کو بتاتی ہے کہ اب آپ کمپیوٹر کو محفوظ طریقے سے بند کر سکتے ہیں۔ Shut Down کے ذریعے آپ اپنے کمپیوٹر کو Restart بھی کر سکتے ہیں اور Standby بھی کر سکتے ہیں۔ Restart میں تو آپ کی ونڈوز بند ہو کر کمپیوٹر کو Restart کر دے گی اور ونڈوز دوبارہ چلیں گی۔ لیکن سٹینڈ بائی میں ونڈوز بھی چلتی رہے گی اور آپ کے کمپیوٹر پروگرام بھی چلتے رہیں گے۔ لیکن کمپیوٹر Power Save Mode میں چلا جائے گا۔ آپ مانیٹر آف کر سکتے ہیں لیکن کمپیوٹر چلتا رہے گا۔ جب آپ ماؤس کو ہلائیں گے یا کی بورڈ سے کوئی بٹن دبائیں گے تو ونڈوز دوبارہ آپ کے سامنے موجود ہوں گی۔

(جاری ہے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تیمارداری

(مکرم مظفر احمد شہزاد صاحب۔ محمود آباد فارم، ضلع عمر کوٹ)

یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ جب انسان بیمار ہوتا ہے تو اس وقت وہ انسانی ہمدردی اور دلجوئی کا ازبس محتاج ہوتا ہے۔ اُس وقت کسی شخص کی ہمدردی اور تیمارداری مریض کی حالت بہتر بنانے میں ممدّ ومعاون ثابت ہوتی ہے۔ بیماروں کی عیادت کرنا حضرت نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ حدیث نبویؐ ہے

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی بھائی سے ملنے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا منادی صدا لگاتا ہے کہ تو خوش رہے، تیرا چلنا مبارک ہو، جنت میں تیرا ٹھکانہ ہو''۔

(ترمذی باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان)

آنحضرت ﷺ کے کامل عاشق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ کے اس خُلق کا مشاہدہ بھی ایسا مؤثر اور دلگداز ہے کہ انسان کو حیران کئے بغیر نہیں رہتا۔ ذیل میں تیمارداری کے چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

مہر حامد کی عیادت

''مہر حامد قادیان کے ارائیوں میں پہلا آدمی تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ اور اب تک اس کا خاندان خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہے۔ مہر حامد علی نہایت غریب مزاج تھا اس کا مکان قادیان سے باہر اس جگہ واقع تھا جہاں گاؤں کا کوڑا کرکٹ اور روڑیاں جمع ہوتی ہیں۔ سخت بدبو اور تعفن ہوتا تھا۔ اور زمیندار آدمی تھے خود اس کے مکان میں بھی صفائی کا التزام نہ تھا مویشیوں کا گوبر اور دوسری چیزیں اس قسم کی پڑی رہتی تھیں اور سب جانتے ہیں کہ زمیندار کی یہ قیمتی متاع ہوتی ہے جس کو وہ کھاد کے طور پر استعمال کرتا ہے بہرحال اسی جگہ وہ رہتا تھا وہ بیمار ہوا اور وہی بیماری اس کی موت کا موجب ہوئی حضرت اقدس متعدد مرتبہ اپنی جماعت مقیم قادیان کو لے کر اس کی عیادت کو تشریف لے گئے جب عیادت کو جاتے تو قدرتی طور پر بعض لوگوں کو اس تعفن اور بدبو سے سخت تکلیف ہوتی اور حضرت مسیح موعود بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے اور بہت کرتے اس لئے کہ فطرتی طور پر یہ وجود نظافت اور نفاست پسند واقع ہوا تھا مگر اشارۃً یا کنایۃً نہ تو اس کا اظہار کیا اور نہ اس تکلیف نے آپ کو اس عیادت اور خبر گیری کے لئے تشریف لے جانے سے کبھی روکا۔ آپ جب جاتے تو اس سے بہت محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے اور اس کی مرض اور اس کی تکلیف وغیرہ کے متعلق بہت دیر تک دریافت فرماتے اور تسلی دیتے۔ مناسب موقع پر ادویات بھی بتاتے اور توجہ الی اللہ کی بھی ہدایت فرماتے تھے۔ وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ایک معمولی زمیندار تھا اور یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آپ کے زمینداروں میں ہونے کی وجہ سے وہ گویا رعایا کا ایک فرد تھا۔ مگر آپ نے کبھی تفاخر اور تفوق کو پسند نہ فرمایا۔ اس کے پاس جب جاتے تھے تو اپنا ایک عزیز بھائی سمجھ کر جاتے تھے اور اس طرح پر اس سے باتیں کرتے اور اس کی مرض اور اس کے

علاج کے متعلق اس قدر دلچسپی لیتے کہ دیکھنے والے صاف طور پر یہ کہتے تھے کہ کوئی عزیزوں کی خبرگیری بھی اس طرح نہیں کرتا۔

بعض ادویات جن کی ضرورت ہوتی اور کسی جگہ سے میسر نہ ہوتیں تو خود دے دیتے۔غرض آپ نے متعدد مرتبہ مہر حامد مرحوم کی عیادت فرمائی۔اگرچہ مہر صاحب فوت ہوگئے مگر ان کو جو تسلی اور اطمینان اور خوشی اس امر کی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی عیادت کو آتے اور خبرگیری فرماتے ہیں وہ بیان سے باہر ہے۔

غرض آپ نے مہر حامد کی عیادت کے لئے جانے سے نہ تو اپنی حیثیت اور رتبہ کا کبھی خیال کیا اور نہ اس بات نے آپ کو کبھی روکا کہ اس کا مکان ایسی جگہ اور ایسی حالت میں ہے کہ وہاں تعفن اور بدبو سے دماغ پھٹا پڑتا ہے اور نہ کسی اور چیز نے۔آپ بڑی ہی بشاشت کے ساتھ جاتے اور عیادت فرماتے تھے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت عرفانی صاحب صفحہ ۱۷۲-۷۳)

حاجی فضل حسین شاہجہان پوری کی عیادت

"حاجی فضل صاحب مہاجر شاہجہان پوری نہایت مخلص مہاجر اور ارادت مند احمدی تھے۔ بہت صفائی پسند اور زندہ دل طبیعت رکھتے تھے۔ باوجود پیرانہ سالی کے بھی بالوں کو خوب سنوار کر رکھا کرتے تھے۔حضرت خلیفہ اوّل بھی ان کی اس صفائی اور نظافت کو مسرت آمیز نظر سے دیکھا کرتے تھے۔وہ بیمار ہوئے تو مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ ان کی عیادت کے لئے عموماً جایا کرتے بلکہ کچھ عرصہ تک تو معمول ہوگیا کہ ہر روز سیر کو نکلتے وقت مریضوں کی عیادت کو چلے جاتے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۱۸۱)

مفتی صاحب کی عیادت

"۱۸۹۷ء میں مفتی صاحب (حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحب) کو خود محرقہ بخار ہوا۔ اور بہت سخت بخار ہوا۔ حضور علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت ان کے دیکھنے کو تشریف لے آتے اور خود علاج فرماتے اور مولوی صاحب مرحوم (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل) کو تاکید کیا کرتے۔ایک روز نماز عشاء کے بعد جب مولوی صاحب تشریف لائے اور مولوی قطب الدین صاحب بھی ساتھ تھے تو مفتی صاحب کی حالت بے ہوشی کی تھی۔مولوی صاحب نے ڈیوڑھی میں جا کر مولوی قطب الدین صاحب کو فرمایا کہ آج حالت نازک ہے امید نہیں کہ صبح تک جانبر ہو۔مفتی صاحب کی خوش دامن دروازہ کے پاس سن رہی تھیں۔ مولوی صاحب تو اپنے گھر تشریف لے گئے۔اور مفتی صاحب کی خوش دامن دوڑی ہوئی حضور علیہ السلام کے پاس پہنچیں اور حالت عرض کی۔ آپ نے فرمایا میں ایک ضروری مضمون لکھ رہا ہوں۔آپ مولوی صاحب سے جا کر میری طرف سے تاکید کریں۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو یہ فرما گئے ہیں کہ حالت نازک ہے۔فرمایا ہیں میں نے تو ابھی اس سے بہت کام لینا ہے۔ مضمون کو وہیں چھوڑ دیا اور تشریف لے آئے اور دیکھا۔فرمایا بہت اچھا میں چل کر دعا کرتا ہوں۔ رات بارہ بجے کے قریب مفتی صاحب کو ایک دست خون کا آیا پھر دوسرا۔پھر تیسرا۔یہاں تک کہ آنکھیں کھل گئیں۔صبح کی نماز کے وقت حضور جب بیت الذکر میں تشریف لائے تو یہ سب قصہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے بیان کیا اور فرمایا کہ بارہ بجے کے قریب میرے دل میں ڈالا گیا کہ اب آرام ہوگیا ہے۔ اسی وقت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم جالندھری کو حکم دیا کہ جاؤ دریافت کرو۔آرام کے کیا معنی ہیں۔چنانچہ جب وہ

جواب لے کر گئے کہ میں ان سے مل کر آیا ہوں طبیعت اچھی ہے تو پھر آپ نے نماز صبح پڑھی اس کے بعد بہت عرصہ تک مفتی صاحب کو تریاق الٰہی کھانے کو دیتے رہے جوان ایام میں تیار ہوا تھا"۔

(سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ ۲۰۴)

حاجی شہاب الدین صاحب اور بابا الٰہی بخش کی عیادت

"حاجی شہاب الدین لودھانوی اور بابا الٰہی بخش صاحب مالیر کوٹلوی جب بیمار ہوئے تو آپ ان کی عیادت کو بھی لازماً جاتے۔ حاجی شہاب صاحب بہت تیز مزاج تھے۔ مگر اخلاص مند دل ان کے پہلو میں تھا۔ بابا الٰہی بخش بہت معمر تھا اور مالیر کوٹلہ کا رہنے والا تھا وہ بیمار ہو گیا اور اس حالت میں حب وطن کے جذبہ کی بجھی ہوئی چنگاری اس کے قلب میں سلگ پڑی اس نے بے قرار کیا اور حضرت مسیح موعودؑ سے ایک روز اس نے اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ "اب تم ضعیف ہو گئے ہو اور بیمار بھی ہو مت جاؤ زندگی کا اعتبار نہیں"......

میاں الٰہی بخش یہاں ٹھہر گئے اور مہمان خانہ میں رہتے تھے۔ حضرت صاحب ان کی عیادت کو جاتے رہے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت عرفانی صاحب صفحہ ۱۸۲)

لالہ ملاوامل صاحب کو رینگن کا درد ہو گیا

"لالہ ملاوامل صاحب...... جب ان کی عمر بائیس سال کی تھی وہ بعارضہ عرق النساء (رینگن کا درد) بیمار ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ صبح و شام ان کی خبر ایک خادم جمال کے ذریعہ منگوایا کرتے اور دن میں ایک مرتبہ خود تشریف لے جا کر عیادت کرتے۔ صاف ظاہر ہے کہ لالہ ملاوامل صاحب ایک غیر قوم اور غیر مذہب کے آدمی تھے لیکن چونکہ وہ حضرت اقدسؑ کے پاس آتے رہتے تھے اور اس طرح پر ان کو ایک تعلق مصاحبت کا تھا۔ آپ کو انسانی ہمدردی اور رفاقت کا اتنا خیال تھا کہ ان کی بیماری میں خود ان کے مکان پر جا کر عیادت کرتے اور خود علاج بھی کرتے تھے۔ ایک دن لالہ ملاوامل صاحب بیان کرتے ہیں کہ چار ماشہ صبر ان کو کھانے کے لئے دے دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رات بھر میں انیس مرتبہ لالہ صاحب کو اجابت ہوئی اور آخر میں خون آنے لگ گیا اور ضعف بہت ہو گیا۔ علی الصباح معمول کے موافق حضرت کا خادم دریافت حال کے لئے آیا تو انہوں نے اپنی رات کی حقیقت کہی اور کہا کہ وہ خود تشریف لاویں۔ حضرت اقدس فوراً ان کے مکان پر چلے گئے۔ اور لالہ ملاوامل صاحب کی حالت کو دیکھ کر تکلیف ہوئی فرمایا کچھ مقدار زیادہ ہی تھی مگر فوراً آپ نے اسبغول کا لعاب نکلوا کر لالہ ملاوامل صاحب کو دیا جس سے وہ سوزش اور خون کا آنا بھی بند ہو گیا اور ان کے درد کو بھی آرام آ گیا۔

حضرت صاحب کی پوزیشن کے لحاظ سے دیکھا جاوے تو وہ اپنے شہر کے ایک رئیس اعظم اور مالک تھے اور اس خاندانی وجاہت کے لحاظ سے اس طرح پر کسی کے گھر نہیں آتے جاتے تھے مگر انسانی ہمدردی اور غمگساری نے کبھی آپ کو یہ سوچنے کا موقع ہی نہ دیا۔ کیونکہ وہ دوسروں کو آرام پہنچانے اور نفع رسانی کے لئے پیدا ہوئے تھے اور اس لئے مرضٰی کی عیادت میں کسی قسم کی تفریق اور امتیاز اپنے پرائے کا نہ کرتے تھے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ ۱۷۰)

ایک غیر احمدی کی عیادت میں ایفائے عہد کی شان بھی جلوہ نما ہے

"اگست ۱۹۰۲ء میں ایک قریشی صاحب بیمار ہو کر دارالامان میں حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح اوّل سے علاج کرانے کے لئے آئے انہوں نے متعدد مرتبہ حضرت کے حضور دعا کے لئے عرض کی۔ حضور نے دعا کا وعدہ فرمایا۔ ۱۰ اگست ۱۹۰۲ء کی شام کو اس نے حضرت اقدس کی خدمت میں بتوسط حضرت حکیم الامت عرض کیا کہ میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر پاؤں کے متورم ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا آپ نے خود اس کے مکان پر ۱۱ اگست ۱۹۰۲ء کو جانے کا وعدہ فرمایا۔

چنانچہ جب حسب معمول سیر کو نکلے تو خدام کے حلقہ میں وہ اس کے مکان پر پہنچے تا کہ عیادت بھی ہو جاوے اور جو وعدہ خود آنے کا کیا تھا وہ بھی پورا ہو جائے۔ حضرت اقدس اس مریض کے پاس تشریف لے گئے اور بطور عیادت استفسار مرض و دیگر حالات کرتے رہے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۱۷۱)

لالہ شرمپت رائے کی عیادت

"لالہ شرمپت رائے ...... قادیان کے رہنے والے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں آپ کی بعثت کے ایام سے بھی پہلے آیا کرتے تھے اور آپ کے بہت سے نشانات کے وہ گواہ تھے اور باوجود بار بار کے مطالبوں کے کبھی انہوں نے موکد بعذاب حلف کر کے انکار نہ کیا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے مجھے اس وقت قادیان ہجرت کر کے آجانے کی سعادت حاصل ہو چکی تھی ان کے شکم پر ایک پھوڑا ہوا اور اس دنبل نے نہایت خطرناک شکل اختیار کی۔ حضرت اقدس کو اطلاع ہوئی۔ آپ خود لالہ شرمپت رائے کے مکان پر جو نہایت تنگ و تاریک تھا۔ تشریف لے گئے آپ کے ساتھ اکثر دوست تھے اور راقم الحروف بھی تھا۔

لالہ شرمپت رائے صاحب کو آپ نے جا کر دیکھا وہ نہایت گھبرائے ہوئے تھے ان کو اپنی موت کا یقین ہو رہا تھا۔ بے قراری سے ایسی باتیں کر رہے تھے جیسا کہ ایک پریشان انسان ہو۔ حضرت صاحب نے اس کو بہت تسلی دی اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں میں ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو مقرر کر دیتا ہوں وہ اچھی طرح علاج کریں گے۔ اس وقت قادیان میں ڈاکٹر صاحب ہی ڈاکٹری کے لحاظ سے اکیلے اور بڑے ڈاکٹر تھے۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت اقدس ڈاکٹر صاحب کو ساتھ لے گئے اور ان کو خصوصیت کے ساتھ لالہ شرمپت رائے کے علاج پر مامور کر دیا۔ اور اس علاج کا کوئی بار لالہ صاحب پر نہیں ڈالا گیا۔ آپ روزانہ بلاناغہ ان کی عیادت کو جاتے اور جب زخم مندمل ہونے لگا اور ان کی وہ نازک حالت عمدہ حالت میں تبدیل ہو گئی تو آپ نے وقفہ سے جانا شروع کیا مگر اس کی عیادت کے سلسلہ کو اس وقت تک جاری رکھا جب تک کہ وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

آپ کی عادت تھی کہ جب تشریف لے جاتے تو ہنستے ہوئے اس کے گھر میں داخل ہوتے۔ یعنی جیسی متبسم صورت تھی۔ اس ہنسی اور کشادہ پیشانی کا ایک اثر ساتھ والوں اور مریض پر پڑتا اور اس کو بہت کچھ تسلی دیتے اور فرماتے فکر نہ کرو میں دعا کرتا ہوں تم اچھے ہو جاؤ گے۔ اور خود لالہ شرمپت رائے کی بھی یہ حالت تھی کہ وہ ہمیشہ جب حضرت صاحب تشریف لے جاتے تو کہتا تھا کہ میرے لئے دعا کرو"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت عرفانی صاحب صفحہ ۷۹-۱۶۹)

☆☆☆

گوشۂ سائنس

(مکرم داؤد احمد ظفر صاحب۔ گوجرانوالہ)

کاربوہائیڈریٹس

کاربوہائیڈریٹس (Carbohydrates) قدرتی طور پر کھانے میں فولاد کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ وہ نامیاتی مرکبات ہیں جن میں کاربن، ہائیڈروجن اور آکسیجن ہوتی ہے۔ کاربوہائیڈریٹس انسانی جسم میں جا کر گلوکوز میں تبدیل ہو جاتا ہے جو خلوی تنفس کے دوران طاقت کا ایک بڑا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہی گلوکوز آکسی ڈائز ہو کر توانائی خارج کرتا ہے۔

کاربوہائیڈریٹس کی ایک مثال گلوکوز ہے جو گنے کی شکر اور چقندر کی شکر میں ملتا ہے۔ پھلوں میں سے ایک مثال سادہ شکر کی فرکٹوز (Fructose) ہے۔ اسی طرح لیکٹوز (Lactose) دودھ کی شکر، شہد کی شکر اور مکئی کی شکر پر مشتمل ہے۔ انسانی خون میں ایک فیصد گلوکوز ہوتا ہے۔ اس مقدار کا خون میں برقرار رہنا ضروری ہے۔ انسان کی انتڑیوں کے خاص حصہ میں پیدا ہونے والا مادہ جو انسولین (Insulin) کہلاتا ہے شکر کو ہضم کرنے کا ذمہ دار ہے اور یہ اس نسبت کو خون میں برقرار رکھتا ہے۔

دماغ..... محرک الجسم

انسان اور حیوان کا عصبی نظام (Nervous System) میں دماغ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ انسان اور فقاریہ جانوروں (Verteberates) میں دماغ سر میں ہوتا ہے۔ انسان کا دماغ بارہ سو بلین عصبی خلیوں پر مشتمل ہے جس کو دوسرے سو بلین خلیوں نے جو عصبی خلیوں کی حفاظت کرتے ہیں گھیرا ہوا ہے۔ دماغ کو اپنے اہم کام سرانجام دینے کے لئے ایک سو لیٹر خون کی روزانہ ضرورت ہوتی ہے۔ دماغ جسم کی حرکت کو متوازن کرتا ہے کیونکہ دماغ اعضائے حس (Sense Organ) کے ذریعہ عصبی اشارے وصول کر کے اعضائے عمل کو افعال سرانجام دینے کا حکم دیتا ہے۔ انسان کا دماغ جانوروں کے دماغ سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ انسانی دماغ لاکھوں قسم کی معلومات محفوظ کر کے بروقت بروئے کار لاتا ہے۔

فاسفورس..... مختلف رنگوں والا عنصر

فاسفورس (Phosphorus) دوسری معدنیات سے مختلف ایسا سخت عنصر ہے جو تقریباً ہر قسم کے زندہ خلیوں کی تشکیل میں بنیادی طور پر شامل ہوتا ہے۔ دانتوں اور ہڈیوں میں موجود کیلشیم فاسفیٹ میں فاسفورس فاسفیٹ (Phosphate) مرکب کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ کیمیائی عنصر کے طور پر فاسفورس ۱۶۶۹ء میں دریافت ہوا۔ فاسفورس کا حتمی حصول معدن سے ہوتا ہے جس کو فاسفیٹ یا فاسفورس پتھر کہتے ہیں۔ یہ مختلف قسم کے رنگوں سفید، سرخ اور سیاہ پر مشتمل ہے۔ سفید فاسفورس زہریلا عنصر ہے جو جب ہوا میں پھٹتا ہے تو مختلف قسم کی روشنیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ (جب فاسفورس ہوا میں موجود آکسیجن سے ملتا ہے تو بننے والے آکسائیڈز (Oxides) روشنی کا سبب بنتے ہیں۔ اس لئے یہ پانی کے نیچے جمع ہوتا ہے۔ اس کا استعمال

گولہ و بارود کی صنعت میں ہوتا ہے۔ جہاں تک سرخ فاسفورس کا تعلق ہے تو اس سے ماچس کا جلنے والا مواد تیار کیا جاتا ہے۔ جبکہ سیاہ فاسفورس الیکٹرونکس کی صنعت میں استعمال ہوتا ہے۔

سانپ......رینگنے والا جانور

سانپ ایسا رینگنے والا جانور (Reptillia) ہے جو بے ہاتھ پاؤں ہوتا ہے۔ نقل مکانی عضلات اور ریڑھ کی ہڈی کے گٹھ جوڑ سے کرتا ہے۔ اس کا جسم مچھلی کے چانوں کی طرح ڈھکا ہوتا ہے۔ ان چانوں کے اوپر شفاف تہہ ہوتی ہے۔ جوں جوں جسم پرورش پاتا ہے وہ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ سانپ کی آنکھیں سر کے اوپر ہوتی ہیں۔ ان آنکھوں کے پپوٹے نہیں ہوتے بلکہ آنکھ پر ایک جھلی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہوا، ریت کے ذرات وغیرہ آنکھ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ آنکھیں مسلسل کھلی رہتی ہیں۔ اس کے جسم میں ایک پھیپھڑا ہوتا ہے۔ بیرونی کان نہیں ہوتے جس کی وجہ سے یہ ہوا کی صوتی لہریں سننے سے قاصر ہے لیکن قدموں کی آہٹ سن سکتا ہے۔ قدموں سے زمین پر پیدا شدہ دھمک سر کے قریب پسلیوں اور سر کی ہڈیوں کے ذریعہ سانپ کے اندرونی کان تک پہنچ جاتی ہے۔ جبڑے کی ہڈیاں ایک دوسرے سے ملی نہیں ہوتیں اس لئے سانپ بڑے بڑے جانوروں کو بآسانی نگل لیتا ہے۔ سانپ کی زبان لمبی اور دوشاخہ ہوتی ہے اور یہ آلہ حس کے طور پر کام کرتی ہے جب زبان باہر نکالتا ہے تو ماحول کے ذرات اس کے ساتھ چپک جاتے ہیں اور ان ذرات کو منہ کی چھت میں موجود دو چھوٹے چھوٹے سوراخوں میں (موجود حساس خلیات جن کا تعلق سونگھنے سے ہوتا ہے) لے جاتا ہے۔ اس طرح اپنے شکار کا کھوج لگاتا ہے۔ اکثر سانپ گرم علاقوں میں رہتے ہیں

"یہ سائنس کی ترقی کا زمانہ ہے۔ اس لئے خدام الاحمدیہ کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد سائنس کے ابتدائی اصولوں سے واقف ہو جائے اور ابتدائی اصول اس کثرت کے ساتھ جماعت کے سامنے دہرائے جائیں کہ ہمارے نائی، دھوبی بھی یہ جانتے ہوں کہ پانی دو گیسوں آکسیجن اور ہائیڈروجن سے بنا ہوا ہے یا روشنی آکسیجن لیتی ہے اور کاربن چھوڑتی ہے۔ اگر اسے آکسیجن نہ ملے تو بجھ جاتی ہے۔ جب ان ابتدائی باتوں سے اکثر لوگ واقف ہو جائیں گے تو بعد میں آنے والے ان سے اوپر کے درجہ پر ترقی پا جائیں گے"

(مشعل راہ جلد اول صفحہ ۴۴۶)

مگر کچھ انواع سرد علاقوں میں بھی رہتی ہیں۔ سانپوں کی تین ہزار اقسام ہیں جن میں سے بعض زہریلے اور بعض زہریلے نہیں ہیں اور یہ حجم کے لحاظ سے مختلف ہیں ان میں سے بعض دھاگہ نما سانپ جن کی لمبائی بارہ سینٹی میٹر تک ہوتی ہے اور بعض کی لمبائی دس میٹر سے تجاوز کر جاتی ہے۔ گھنٹی والا سانپ، کوبرا اور کرنڈیا سانپ کی مشہور اقسام ہیں۔ مامبا (Mamba) اور اناکونڈا (Anaconda) خشکی اور پانی دونوں میں رہتے ہیں۔ سانپ ۱۵ سے ۱۰۰ تک انڈے دیتے ہیں اور بعض اپنے انڈے گھونسلے میں رکھتے ہیں اور بعض اپنے انڈے سینے کے عمل تک اپنے اندر محفوظ رکھتے ہیں اور پھر بچے جنتے ہیں۔ سانپ کی بعض اقسام کے زہر سے دوائیاں تیار کی جاتی ہیں جو خون کو پتلا کرتی ہیں اور درد کو کم کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان سے دل کے مرض کا علاج کیا جاتا ہے۔

(ماخوذ از مجلہ العربی الصغیر ستمبر ۲۰۰۰)

رفقاء حضرت مسیح موعودؑ کا ذوقِ عبادت

(مکرم سہیل احمد ثاقب بسرا صاحب۔ کراچی)

خدا تعالیٰ نے مقصد خلق جن وانس عبادت کو ٹھہرایا ہے اور عبادت بھی اس پاک ذات کی جو اس ارض وسما کی خالق اور جو ساری کائنات کا محور ہے۔ انسان و حیوان، چرند و پرند، ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہر چیز مختلف بولیاں بولتے ہوئے اس کی حمد کر رہی ہے۔

قرآن مجید میں جس قدر بھی احکام ہیں ان میں سے سب سے پہلا مخاطب انسان ہے اور حکم ہوا:

"اے وہ تمام لوگو! جو روئے زمین پر بستے ہو اپنے اس ربّ کی عبادت کرو، جس نے تم کو پیدا کیا ہے"۔ (البقرہ:۲۲)

عبودیت کیا ہے؟ عبودیت سے مراد یہ ہے کہ بندہ کامل تذلّل اور خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے ربّ کے قدموں میں بچھ جائے اور صرف اور صرف اسی کا نقش قبول کرے۔

عبادت وہ سانچہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے انسان اپنے رب کی صفات دھارتا ہے اور اس کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ عبادت تہذیب نفس کا وہ راستہ ہے جس پر چل کر سالک اپنی تمام لذات اور مرادات کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے اور ایک شفاف آئینہ کی مانند ہو کر صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے۔ عبادت ایک ایسا لطیف اور پاکیزہ جذبہ ہے جو محبت اور خوف کے امتزاج سے انسانی دل کی گہرائیوں میں جنم لے کر اس کے انگ انگ پر قابض ہو جاتا ہے اور تمام ارواح کو ہمہ وقت متحرک کر کے خالق کے سامنے سجدہ ریز کر دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ عبادت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت، کجی کو دُور کرتا ہے۔ عرب کہتے مُوْرٌ مُعَبَّدٌ جیسے سرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر، ناہمواری نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا روح ہی روح ہو۔ اس کا نام عبادت ہے، چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی کی جاوے تو اس میں شکل نظر آ جاتی ہے اور اگر زمین کی کی جاوے تو اس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئے گا"۔ (ملفوظات جلد نمبر ا صفحہ ۳۴۷)

عبادت کی بہت سی شکلیں ہیں وہ روزے کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے تو زکوۃ کی شکل میں بھی، وہ حج کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے تو دُکھی انسانیت کی خدمت کی شکل میں بھی، مگر ہر صورت کا مقصد خدائے واحد و یگانہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

ان ہی مختلف صورتوں میں سے عبادت کی ایک صورت پابندئ نماز اور نوافل وغیرہ ہیں جو دین میں اساس کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن پر کھڑے ہو کر خدا تک رسائی کا مینارہ تعمیر کیا جا سکتا ہے۔

ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کے عاشقین کے پابندئ

نماز اور نوافل وغیرہ کے قیام کے نمونے پیش ہیں:۔

آخری عمر تک نماز باجماعت کا قیام

"حضرت میر ناصر نواب صاحب نماز باجماعت کے ایسے پابند تھے کہ آخری عمر میں جب کہ چلنا پھرنا مشکل ہوگیا تھا' آپ نماز باجماعت پڑھتے تھے اور کبھی اس میں ناغہ نہ ہوتا تھا...... بیت مبارک سے دور دار العلوم میں رہتے تھے مگر نمازوں میں شمولیت کے لئے وہاں سے چل کر آتے تھے"۔

(حیات ناصر صفحہ ۱۲۴ از حضرت عرفانی صاحب دسمبر ۱۹۲۷ء)

نماز کا اِلتزام

حضرت حافظ حامد علی صاحب کو ایک عرصۂ دراز تک حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت کی توفیق ملی۔ حضرت اقدسؑ حافظ صاحب کی التزام نماز کے بارہ میں اپنی ایک تصنیف لطیف میں فرماتے ہیں:۔

"میں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میت کی طرح ہوگیا تھا التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں۔ وہ بیشک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا۔ دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں"۔

(ازالۂ اوہام روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۴۰)

نماز کے عاشق

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک بار حضرت نواب محمد عبداللہ صاحب رئیس آف مالیر کوٹلہ کے بارہ میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"نماز کے عاشق تھے' خصوصاً نماز باجماعت کے قیام کیلئے آپ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی شان کے حامل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت بیت الذکر میں جانیوالے۔ جب دل کی بیماری سے صاحب فراش ہوگئے تو اذان کی آواز کو ہی اس محبت سے سنتے تھے' جیسے محبت کرنے والے' اپنی محبوب کی آواز کو۔ جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے لڑکوں میں سے ہی کسی کو پکڑ کر آگے کر لیتے اور نماز باجماعت ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے"۔

(رفقائے احمد جلد نمبر ۱۲' بار اول ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۵۲)

محترم چوہدری رشید احمد صاحب جو سالہا سال حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب رئیس آف مالیر کوٹلہ کی اراضی کے مینیجر رہے۔ حضرت نواب صاحب کے بارے میں سناتے ہیں:۔

"ابتدا میں جب آپ نے سندھ میں اراضی حاصل کی تو میرے بھائی محمد اکرم صاحب اور میں آپ کے ساتھ بنگلہ یوسن ڈھری نزد محمود آباد فارم میں مقیم تھے۔ ہندو ایس ڈی او (S.D.O) وہاں آیا ہوا تھا اور اراضی کے تعلق میں نواب صاحب اس کے محتاج تھے لیکن نواب صاحب وقت پر ادائیگی نماز کے پابند تھے عین اس وقت جب کہ ضروری گفتگو ہو رہی تھی' ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا اور آپ کے ارشاد پر اذان دی گئی اور آپ اٹھ کر نماز کے لئے چلے

آئے......"

(رفقائے احمد جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۱۷۲، بار اول ۱۹۶۵ء)

حتی الامکان نماز باجماعت کا قیام

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی حضرت مولانا شیر علی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"ایک دفعہ مجھے مولوی شیر علی صاحب کی رفاقت میں نماز کے لئے بیت مبارک میں جانے کا موقع ملا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو نماز ختم ہو چکی تھی چنانچہ آپ مجھے اپنے ہمراہ لئے بیت اقصیٰ تشریف لے گئے لیکن وہاں بھی اتفاق سے نماز ختم ہو چکی تھی اب حضرت مولوی صاحب مجھے ساتھ لے کر بیت فضل (جو محلہ ارائیاں میں تھی) کی طرف چل پڑے وہاں پہنچے تو نماز کھڑی تھی چنانچہ ہم نے نماز باجماعت ادا کی۔ اس طرح مجھے حضرت مولوی صاحب کے نماز باجماعت ادا کرنے کے شوق سے روحانی طور پر ایک خاص لذت محسوس ہوئی اور یہ سبق بھی کہ حتی الامکان نماز باجماعت ادا کی جائے"۔

(سیرۃ حضرت مولانا شیر علی صاحب، صفحہ ۲۶۲)

حضرت مولانا شیر علی صاحب کی عبادت کا ایک اور واقعہ حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب کی زبانی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کا ذکر ہے مجھے اکثر یہ دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نماز عشاء کے بعد کافی دیر تک نوافل میں مشغول رہتے۔ آپ کا معمول تھا کہ نوافل میں انہماک اور توجہ کے باعث بہت لمبا سجدہ ادا کرتے اور نماز کو کافی طول دینے کی وجہ سے اکثر آپ یہ بھول جاتے تھے کہ دو رکعتیں پڑھ چکے ہیں یا ایک۔ اس وقت میں نے اس امر کا خاص طور پر مشاہدہ کیا کہ آپ کی طبیعت ہمیشہ کمی کی طرف ہی راغب رہتی تھی۔ اگر دو پڑھ کر بھول جاتے، تب بھی آپ ایک ہی سمجھتے۔ تا محبوب حقیقی کے حضور یہ روح پرور لمحات اور طول کھینچیں"۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب، صفحہ ۲۵۸)

خشوع و خضوع

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب کے بارے میں آپ کے ایک شاگرد محترم مولوی محمد شریف صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ تحریر فرماتے ہیں:

"پانچوں نمازیں بیت مبارک (قادیان) میں ادا فرماتے تھے۔ مینہ ہو یا آندھی ہو، اندھیری رات ہو، سخت دھوپ ہو، جلسہ ہو جلوس ہو، مشاعرہ ہو مناظرہ ہو، عام تعطیل ہو یا خاص، آپ نماز کھڑے ہونے سے بہت پہلے اپنے مقررہ وقت پر اپنی مقررہ جگہ پر موجود ہوتے تھے۔ آپ کی نمازوں میں خشوع وخضوع ہوتا تھا اس کو وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو اس کوچۂ یار ازل سے کچھ آشنائی رکھتے ہوں"۔

(رفقائے احمد جلد نمبر ۵ حصہ سوم، صفحہ ۱۷۵، سن اشاعت ۱۹۶۵)

پابندیٔ نماز کا عجیب نمونہ

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی ادائیگیٔ نماز باجماعت کا تذکرہ مولوی سلیم اللہ صاحب یوں کرتے ہیں:

"مجھے ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۷ء تک قادیان میں قیام کا موقع ملا۔ آپ کی شاگردی کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ کو نماز باجماعت کا جس قدر احساس تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ کی صاحبزادی حلیمہ بیگم نزع کی حالت میں تھیں کہ اذان ہو گئی۔ آپ نے بچی کا ماتھا چوما اور سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے سپرد خدا کر کے بیت الذکر چلے گئے بعد نماز جلدی سے اٹھ کر واپس آنے لگے تو کسی نے ایسی جلدی کی

وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ نزع کی حالت میں بچی کو چھوڑ آیا تھا اب فوت ہو چکی ہوگی اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا ہے چنانچہ بعض دوسرے دوست بھی گھر تک ساتھ آئے اور بچی وفات پا چکی تھی"۔

(رفقائے احمد جلد نمبر ۵ حصہ سوم صفحہ ۸۲ طبع اوّل ستمبر ۱۹۶۴ء)

شریروں سے چھپ چھپ کے پڑھتا نماز

یہ واقعہ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا ہے جو ہندوؤں سے (احمدی) ہوئے۔ قادیان آئے مگر ان کے والد صاحب انہیں واپس بھیجنے کا وعدہ کر کے ساتھ لے گئے۔ گھر جا کے آپ پر بہت سختیاں کی گئیں اور ادائیگی نماز سے روکا گیا چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:-

"ایک زمانے میں مجھے فرائض کی ادائیگی تک محروم کرنے کی کوشش کی جاتی تھی...... اس زمانے میں بعض اوقات کئی کئی نمازیں ملا کر یا اشاروں سے پڑھتا تھا۔ ایک روز علی الصبح میں گھر سے باہر قضائے حاجت کے بہانے سے گیا۔ گیہوں کے کھیت کے اندر وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کدال لئے میرے سر پر کھڑا رہا۔ نماز کے اندر تو یہی خیال تھا کہ کوئی دشمن ہے جو جان لینے کے لئے آیا ہے لہذا میں نے نماز کو معمول سے لمبا کر دیا اور آخری نماز سمجھ کر دعاؤں میں لگا رہا مگر سلام پھیرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک مزدور تھا کشمیری قوم کا۔ جو مجھے نماز پڑھتے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو نہایت محبت اور خوشی کے جوش میں مجھ سے پوچھا۔ منشی جی! کیا یہ پکی بات ہے کہ آپ (مومن) ہیں؟ میں نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے (دین حق) پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے لئے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور کم از کم تم میرے (دین حق) کے شاہد رہو گے......"

(رفقائے احمد جلد نمبر ۹ صفحہ ۶۴ سن اشاعت ۱۹۶۱)

نہاں دل میں تھا درد و سوز و نیاز
شریروں سے چھپ چھپ کے پڑھتا نماز

(درثمین زیر عنوان "بابا نانک")

"لو بیٹا پانی"

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اپنی والدہ حضرت حسین بی بی صاحبہ کے متعلق لکھتے ہیں:-

"نماز اور استغفار آپ کی غذا تھی۔ ان دنوں سحری کے وقت جسمانی تکلیف کے باعث اٹھنے سے قاصر رہتیں لیکن آپ اس کی کمی نماز چاشت کے نوافل سے پوری کرنے کی کوشش فرماتیں"۔

نماز سے پیار کے باعث آپ کے دل میں نمازیوں کے لئے کس قدر احترام تھا، ذیل کے واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے حضرت چوہدری صاحب بیان کرتے ہیں:-

"ایک شب میں سحری کے وقت اٹھا ابھی حواس درست کر رہا تھا کہ آپ کو میری بیداری کا علم ہو گیا۔ آپ ایک دوسری نچلی چھت پر سوتی تھیں۔ اُٹھیں اور لوٹے میں پانی ڈال کر لے آئیں اور کمال شفقت سے فرمایا "لو بیٹا پانی" اس وقت میرا دل جذبات تشکر و شرم سے بھر گیا۔ دراصل یہ نماز سے پیار اور نمازی کا احترام تھا جو اس شفقت کا متحرک ہوا"

(رفقائے احمد جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۱۸۴ سن اشاعت ۱۹۶۲ء)

جمعہ قادیان میں......

حضرت منشی امام الدین صاحب کا گاؤں قلعہ درشن سنگھ قادیان سے مغرب کی جانب بٹالہ سے چار میل کے فاصلے پر تھا۔ حضرت منشی صاحب اور آپ کی بیوی دونوں کا

یہ حال تھا کہ جمعہ کی نماز ہمیشہ قادیان میں ادا کرتے تھے............صبح صبح اپنے گاؤں سے چلتے نماز جمعہ قادیان میں ادا کرتے اور شام تک اپنے گاؤں پہنچ جاتے۔

(رفقائے احمد' جلد ۱ صفحہ ۱۰۳' سن اشاعت ۱۹۵۱)

تہجد

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کے متعلق آپ کے بیٹے ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب بیان کرتے ہیں:-

"میں نے بھی دیکھا اور ہمسایوں نے بھی بتایا کہ والد صاحب نصف شب کے بعد بیدار ہوجاتے اور چراغ روشن کرکے تخت پوش پر تہجد کے لئے کھڑے ہوجاتے"۔

(رفقائے احمد' جلد ۱۳' صفحہ ۱۵۹' سن اشاعت ۱۹۶۷ء)

صحبت صالحین کا اثر

حضرت حافظ معین الدین صاحب کو ایک لمبا عرصہ حضرت اقدسؑ سے فیض حاصل کرنے کی توفیق ملی' حضرت اقدس کی صحبت میں رہ کر جہاں انہوں نے بہت سے کمال حاصل کئے' وہاں نماز باجماعت بھی آپ کا وطیرہ بن گئی۔

"نماز باجماعت کی عملی تعلیم بھی انہوں نے حضرت صاحبؑ کی صحبت میں پائی۔ حضرت صاحب کی صحبت ہی اسی غرض سے ان کو نصیب ہوئی تھی۔ حافظ صاحب خود موذن تھے......اور اگر کوئی دوسرا آدمی اذان کہہ دیتا تو ان کو ناگوار گذرتا۔ گویا آنحضرت ﷺ نے جو فرمادیا کہ اگر لوگوں کو اذان کہنے اور پہلی صف میں کھڑا ہونے کا ثواب معلوم ہوتا تو اس پر قرعہ اندازی کرتے۔ حافظ جی کی معرفت اس بارہ میں عین الیقین کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اوّل وقت نماز کی اذان کہتے اور سب سے پہلی صف میں کھڑے ہوتے اور حتی الوسع وہ اس مقام پر کھڑے ہوتے کہ حضرت کے ساتھ ہی جگہ ہو۔ باوجودیکہ نابینا تھے اور رہنے کے لئے بیچارے خانہ بدوش ہی رہتے۔ آج اس حجرے میں ہیں تو کل کسی دوسرے حجرے میں۔ اور بعض اوقات (بیت) سے واپس ہوتے مگر بارش ہو' آندھی ہو' کڑکڑاتا جاڑا ہو۔ تیز دھوپ ہو وہ اول وقت پہنچتے اور اذان کہتے۔ اور پہلی صف میں جگہ پاتے نماز کی معرفت بھی نہایت عمدہ ہوگئی تھی کہ ٹھیک وقت پر وہ (بیت) کی طرف آجاتے۔ بلکہ ان کا وجود دوسروں کے لئے ایک خطا نہ کرنے والی گھڑی تھا۔ مگر ان میں احتیاط یہاں تک تھی کہ جب جماعت بڑھ رہی تھی اور گھڑیاں بھی آگئیں تو آتے آتے دریافت کرلیا کرتے تھے کتنے بجے ہیں؟ نماز کی باجماعت پابندی کے علاوہ نوافل اور تہجد بھی التزام سے پڑھتے تھے اور یہ نعمت بھی حضرت ہی کی صحبت میں ان کو ملی تھی"۔

(رفقائے احمد جلد ۱۳' صفحہ ۲۹۰' بار اوّل دسمبر ۱۹۶۷ء)

☆......☆......☆

سائے میں تیرے دھوپ نہائے بصد نیاز
اے چھاؤں چھاؤں شخص تری عمر ہو دراز
اے اپنے ربّ کے عشق میں دیوانے آدمی
دیوانے تیرے ہم کہ ہوا تو خدا کا ناز
کیوں کر کھلے خدا جو نہ دیکھو وہ آدمی
سجدہ کرے زمیں پہ تو ہو عرش پر نماز
آیا زباں پہ اسمِ گرامیؑ کہ بس ادھر
پُرنم ہوئی وہ آنکھ وہ سینہ ہوا گداز
اُتنی ہی اس چراغ کی لو تیز ہوگئی
جتنی بڑھی ہوائے مخالف میں ساز باز

(عبیداللہ علیم)

قدیم انگریزی پر غیر زبانوں کا اثر

(مکرم شاہد محمود احمد۔ راولپنڈی)

انگریزی کی جو شکل آج ہمارے سامنے ہے یہ بہت سے اتار چڑھاؤ کا نتیجہ ہے۔ بنیادی طور پر انگریزی ٹیوٹانک (Teutonic) قبائل کی زبان تھی جو 449 عیسوی میں ڈنمارک سے آئے۔ برطانیہ پر حملہ آور ہوئے اور اس علاقہ کے مالک بن بیٹھے۔ چار معروف ٹیوٹانک قبائل جن میں Angles, Saxons, Jutes اور Frisions شامل ہیں۔ انہوں نے انگلستان کے ابتدائی باسیوں Celts کو مغرب کی طرف Wales اور Cornwall میں دھکیل دیا اور خود ان کے علاقہ پر قابض ہو گئے۔

انگریزی کو زبان کی تبدیلی کے اعتبار سے تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اولڈ انگلش ۴۵۰ء تا ۱۱۵۰ء، مڈل انگلش ۱۱۵۰ تا ۱۵۰۰ء اور ماڈرن انگلش ۱۵۰۰ء تا حال۔

انگریزی نے اپنے ابتدائی ۷۰۰ سال میں قدیم انگریزی پیریڈ کے دوران تین زبانوں سے اثرات قبول کئے اور ان زبانوں کے کثیر الفاظ کو اپنی زبان کا حصہ بنایا۔ جن میں Celtic, Roman اور Scandinavian زبانیں شامل ہیں۔

ٹیوٹانک قبائل کی برطانیہ آمد سے قریباً ۵۰۰ سال (قریباً ۵۵ قبل مسیح) میں جولیس سیزر (Julius Caesar) نے برطانیہ پر حملہ کیا۔ اسے کوئی زیادہ مالی فائدہ تو نہ ہوا لیکن وہ Celts کو خوفزدہ کرنے میں ضرور کامیاب ہو گیا۔ اس حملہ کے قریباً ۱۰۰ سال بعد تک Celts کو Romans کی طرف سے کسی مقابلہ کا سامنا نہ کرنا پڑا لیکن ۴۳ عیسوی میں کلاڈیئس (Cladius) نے اس ٹکڑۂ زمین کو فتح کرنے کا پروگرام بنایا اور آئندہ تین سالوں کے اندر اندر پورے برطانیہ پر رومی حکومت قابض ہو چکی تھی۔ اس طرح رومیوں کی آمد کے ساتھ ان کی زبان لاطینی (Latin) نے Celts کی زبان Celtic پر خاصا اثر چھوڑنا شروع کیا لیکن اس کے باوجود لاطینی (Latin) پورے طریقہ سے اس طرح برطانیہ میں نہ پھیل سکی۔ جس طرح کہ Celtic اس علاقہ میں رائج تھی۔ ۴۱۰ء میں رومیوں نے برطانیہ کو چھوڑا اور روم واپس چلے گئے۔

رومنز کے برطانیہ چھوڑنے کے قریباً ۴۰ سال بعد ۴۴۹ء میں ٹیوٹانک قبائل برطانیہ پر حملہ آور ہوئے اور یہاں قابض ہو گئے اور جو انگلش قوم اور زبان آج ہمارے سامنے ہے اس کی بنیاد رکھی۔ اول تو Celts نے Romans سے بہت کچھ سیکھا نہیں تھا لیکن جو کچھ بھی سیکھا اسے ان کے جانے کے بعد بھلا دیا۔ اور جب Teutons آئے تو ان کی زبان کا واسطہ زیادہ تر Celtic زبان سے پڑا نہ کہ Latin سے۔ اس طرح بہت کم Latin الفاظ Celtic کے ذریعہ قدیم انگریزی کا حصہ بن سکے۔

Celtic کا Ceaster جو Latin میں Castra یعنی Camp ہے۔ قدیم انگریزی میں اس کا مطلب ایک قصبہ کا ہے۔ انگریزی میں بعض جگہوں کے نام

کے ساتھ اس سے ملتا جلتا لفظ لگایا جاتا ہے۔ زبان دانوں کا خیال ہے کہ نے ان ناموں کا دوسرا حصہ Celtic کے ذریعہ Latin سے لیا ہے۔

Chester,Colchester,Dorcheter,Manchester, Lancaster,Gloucester,Worcester, Wincherter-

Teutonic قبائل نے Celtic لوگوں سے کثیر تعداد میں Celtic الفاظ سیکھے اور انہیں اپنی زبان کا حصہ بنایا۔ Teutons نے Celtic لوگوں کو غلام بھی بنایا اور ان کی عورتوں سے شادیاں بھی کیں جس سے دونوں فاتح اور مفتوح قوموں کے درمیان رابطہ پیدا ہوا جس کا پہلا اثر Teutons کی زبان پر Celtic الفاظ کا ہوا۔ انگریزی زبان میں جگہوں کے نام بالکل اسی طرح یا تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ رواج پا چکے تھے جو آج بھی زیر استعمال ہیں۔ مثلاً Kent، Celtic لفظ Canti کی دوسری شکل ہے۔ Yo[illegible] بھی ایک Celtic لفظ ہے۔ Cumberland کا مطلب Cymry یا (Cymric یا Britannic) کی زمین ہے۔ Britannic زبان Celtic کی ایک شاخ ہے۔ London اور Thames بھی Celtic نام ہیں۔ Teutons نے اور بہت سارے Celtic الفاظ کو اپنی زبان کا حصہ بنایا لیکن ان میں سے اکثر انگریزی زبان میں کوئی مستقل حیثیت اختیار نہ کر سکے شاید اس واسطے کے Celts کمزور تھے اور Teutons طاقتور۔

قدیم انگریزی پر Celtic کے بعد لاطینی (Latin) اثر انداز ہوئی۔ Latin کا اثر قدیم انگریزی پر Cetlic کی نسبت بہت زیادہ ہوا۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ Latin ایک طاقتور اور مہذب قوم کی زبان تھی۔ Teutonic قبائل کی Britain آمد سے بہت پہلے ہی Latin نے Anglo Saxons پر اپنے اثرات چھوڑنے شروع کر دیئے۔ رومی بہت پہلے سے ہی تہذیب، تجارت اور فوجی طاقت میں دوسری قوموں سے بہت آگے تھے۔

Anglo Saxons کی طرح اور بہت سی کمزور قوموں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اور حاصل کیا۔ بہت سے Anglo Saxons رومی حکومت میں غلاموں سے لے کر کمانڈروں تک مختلف عہدوں پر فائز تھے۔ Anglo Saxon تجار کی ایک کثیر تعداد رومی شہروں میں تجارت کی غرض سے آتی اور جاتے وقت Latin الفاظ کا ایک کثیر ذخیرہ بھی لے کر جاتی۔ تجارت کے ذریعہ جو Latin الفاظ Anglo Saxon زبان کا حصہ بنے ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

انگلش	لاطینی
Pound	Pund
Flask	Flasce
Kettle	Cytel
Pillow	Pyle
Pit	Pytt
Mile	Mil
Wall	Weal
Pepper	Pipor
Plum	Plume
Mint	Minte

Latin کا Old English پر سب سے زیادہ اثر اس وقت ہوا جب 597ء میں عیسائیت اس علاقہ میں متعارف ہوئی۔ کیونکہ رومی عیسائیوں کی زبان بھی Latin تھی اور انہیں کے ذریعہ عیسائیت یہاں پہنچی۔

ایک صبح گریگری دی گریٹ (Gregory the Great) جو بعد میں پوپ (Pope) بنا روم میں ایک بازار سے گزر رہا تھا کہ اس نے سنہرے رنگ کے بالوں والے کچھ لڑکوں کو بازار میں بطور غلام فروخت ہوتے ہوئے دیکھا۔ اسے بتایا گیا کہ یہ Britain کے رہنے والے اقلیتی گروہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔

اس نے جواباً کہا کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنے خوبصورت لوگ اور ذہن کی خوبصورتی سے عاری۔ اس نے ان کی قوم کا نام پوچھا جواب ملا Angles۔ ''بالکل ٹھیک'' اس نے کہا'' کیونکہ فرشتوں جیسا چہرہ ہے اور بہت مناسب ہے کہ یہ لوگ جنت میں فرشتوں کے ساتھی ہونے چاہئیں''۔ اس نے پھر پوچھا کہ ان کے بادشاہ کو کیا کہا جاتا ہے۔ اسے بتایا گیا Aella۔ اس نے اس نام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا Alleluia (پیدا کرنے والے خدا کی تعریف) ''حمد باری تعالیٰ کے ترانے ضرور اس علاقہ میں گائے جانے چاہئیں''۔ اس وقت سے Britain کو عیسائی بنانے کا مصمم ارادہ اس نے اپنے دل میں کیا اور St. Angustine کو اس مقصد کے لئے موزوں پایا۔ پھر اس نے 597ء میں Angustine کے 40 راہبوں کو Britain بھیجا۔ Teutonic تہذیب بہت جوش اور جذبہ' لڑائی جھگڑا اور اپنے خاندان سے وفاداری کو فروغ دینے کی روادار تھی۔ دوسری طرف عیسائیت کی تعلیم کہ ایک گال پر طمانچہ کھانے کے بعد دوسرا گال سامنے کردو اس کے بالکل مخالف تھی۔ اس لئے ان 40 Monks کے سامنے پورے Britain کو عیسائی کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ان کی خوش قسمتی یہ کہ بادشاہ Aethelbertha کی ملکہ Bertha پہلے سے عیسائی تھی۔ Angustine کی یہاں آمد کے 3 ماہ کے اندر اندر بادشاہ Aethelberth عیسائی

تمام قارئین خالد کو عید سعید مبارک ہو۔

ہو چکا تھا اور Angustine کی موت کے بعد ے سال کے اندر اندر پوری ریاست Kent مکمل طور پر عیسائی ہو چکی تھی۔ Angustine کی Kent آمد کے ۱۰۰ سال تک (597ء تا 697ء) پورا Britain عیسائی ہو چکا تھا۔

عیسائیت کی یہاں آمد کا مطلب تھا چرچوں کی تعمیر۔ راہب خانوں (Monastries) کا قیام۔ پھر ان بڑی بڑی عمارتوں میں سکولوں کا قیام بھی عمل میں آیا۔ لوگوں نے جب یہاں عیسائیت قبول کی تو اس کے ساتھ رومی عیسائیت کی زبان Latin میں ہی مذہبی اصطلاحات بھی سیکھیں۔ اس طرح بہت سے Latin الفاظ جو عیسائی مذہب میں رائج تھے۔ Anglo Saxons کی زبان یعنی Old English کا حصہ بن گئے ان میں سے کثیر تعداد ان الفاظ کی اب بھی موجود ہے۔ جن میں چند الفاظ درج ذیل ہیں۔

anthem, angel, alter, alms, abbot, disciple, cleric, canon, candle, ark, noon, minister, mass, martyr, hymn, temple, relic, shrine, nun.

چرچ یہیں تک نہیں رکا بلکہ اس نے Anglo Saxon گھریلو زندگی کو بھی بہت متاثر کیا۔ گھر میں بھی بہت سے Latin الفاظ نے Anglo Saxon الفاظ کی جگہ لے لی۔ بالکل اسی طرح جس طرح کوئی بھی معاشرہ جب کسی دوسرے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے تو مغلوب معاشرے کی زبان بلند آواز میں بتاتی ہے کہ غالب لوگوں کی زبان نے ان کی زبان پر کیا اثرات مرتب کئے ہیں۔ (باقی آئندہ)

(قسط نمبر ۶)

عربی شاعری

(مکرم مقبول احمد ظفر۔ ربوہ)

اس سے قبل زمانہ جہالت کے سات مشہور قصائد میں سے تین قصائد اور اُن کے خالق شعراء کا ذکر ہو چکا ہے۔ آئیے مزید شعراء کا ذکر پڑھیں۔

حضرت لبید بن ربیعہ عامریؓ

آپ احباب نے بانی جماعت احمدیہ کے الہامات میں سے ایک الہام **عفت الدیار محلھا ومقامھا** پڑھا ہوگا۔ یہ مشہور الہام اس عظیم الشان شاعر حضرت لبید بن ربیعہ کے شہرہ آفاق قصیدہ جس کو عرب کے مشہور قصائد میں شمار کیا جاتا ہے کے پہلے شعر کا پہلا مصرعہ ہے۔ حضرت لبیدؓ کو خدا نے یہ حیرت انگیز سعادت بخشی کہ سید کونین حضرت محمد مصطفی ﷺ نے آپ کے ایک مصرعہ **الا کل شی ماخلا اللہ باطل** کو سن کر فرمایا کہ شعراء کے کلاموں میں سے سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی وہ لبید کا یہ قول ہے کہ سنو خدا کے علاوہ دنیا جہاں کی ہر چیز باطل اور مٹ جانے والی ہے اور پھر اسی شاعر کے حصہ میں یہ آیا کہ آپ کے مصرعہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کے زمانہ میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کے غلام پر الہام کرنے کے لئے چنا۔

حضرت لبید کا پورا نام ابوعقیل لبید بن ربیعہ عامری بن صعصعہ تھا۔ شاعری پر کمال دسترس کی وجہ سے انتہائی چھوٹی عمر میں ہی آپ کی قوم کے بزرگوں نے آپ کو اپنی قوم کے دشمنوں کے خلاف ہجو کہنے کی اجازت دے کر آپ کو قومی شاعر ہونے کا مرتبہ دیا۔ آپؓ نے ایک سو بیس ۱۲۰ سال کی طویل عمر پائی جن میں سے ابتدائی ۶۰ سال کا عرصہ دور جہالت میں گذرا۔ عام الوفود کے سال آپ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملاقات کر کے اسلام کو قبول کیا۔ آپ ہی کے بارے میں یہ مشہور واقعہ ہے آپ نے جب سورۃ فاتحہ کو سنا تو اس کلام کی فصاحت و بلاغت سے متاثر ہو کر شاعری ترک کر دی اور اسلام کے سارے دور میں جتنا عرصہ آپ زندہ رہے آپ نے شاعری نہ کی اور جب کوئی آپ سے شعر کی فرمائش کرتا تو آپ قرآن کریم کی آیات کی تلاوت فرما دیتے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں لبید سے اپنے ذاتی شعر سنانے کی فرمائش کی تو آپؓ نے سورۃ بقرہ کی بعض آیات پڑھیں اور فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ نے مجھے سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران سکھا دی ہیں تو اب نہ مجھے شعر کہنے کی طاقت ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت۔ میرے تمام جذبات اور خیالات کی عکاسی تو اب اس قرآن سے ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے لبیدؓ کے اس عشق قرآن کے نمونہ کو دیکھ کر آپ کے دو ہزار ماہانہ کے وظیفہ میں پانچ صد درھم کا مزید اضافہ کر دیا۔

عربی ادب کی کتب کے مطابق اسلام لانے کے بعد آپ نے صرف ایک ہی شعر کہا تھا اور وہ یہ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِذْلَمْ یَاْتِنِیْ اَجَلِی
حَتّٰی لَبِسْتُ مِنَ الْاِسْلَامِ سِرْ بَالًا

ترجمہ: تمام تعریف اُس خدا کے لئے جو مجھ پر اُس وقت تک موت کا وقت نہیں لایا جب تک میں نے جامۂ اسلام زیب تن نہیں کر لیا۔

چونکہ لبیدؓ نے اسلام لانے کے بعد شاعری چھوڑ دی تھی اس لئے آپ کا شمار مُخضرمی شعراء یعنی وہ شعراء جنہوں نے اسلام سے قبل بھی شاعری کی ہو اور شاعری اُن کی وجہ شہرت بنی ہو اور اسلام لانے کے بعد بھی وہ اپنی شاعری کے جوہر دکھاتے رہے ہوں میں نہیں ہوتا۔

حضرت عمرؓ کی خلافت میں جب کوفہ کا شہر بسایا گیا تو حضرت لبیدؓ وہاں چلے گئے اور وہیں مقیم ہوئے۔ آپ کی وفات حضرت معاویہؓ کے دور کے اوائل میں ۴۱ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۵۷ سال تھی۔ اس لمبی زندگی کی بارے میں ان کا ایک اپنا شعر ہے کہ۔

وَلَقَدْ سَئِمْتُ مِنَ الْحَيَاةِ وَطُولِهَا
وَسُؤَالِ هٰذَا النَّاسِ كَيْفَ لَبِيْدُ

یعنی حقیقت یہ ہے کہ میں زندگی اور اُس کی طوالت سے تنگ آ گیا ہوں اور لوگوں کے بار بار یہ پوچھنے سے تنگ آ گیا ہوں کہ لبید اب کس حال میں ہے۔

آپؓ کی شاعری اور آپؓ کا قصیدہ

لبیدؓ کی شاعری فخریہ شاعری اور اور شرافت اور خاندانی وقار کے اظہار کا مرقع ہے۔ اُن کی نظم کی عبارت پرشوکت اور الفاظ کی ترتیب خوشنما ہے جس میں بھرتی کے الفاظ نہیں ہیں۔ مرثیہ نگاری کے سلسلہ میں اپنے ھم وغم اور درد والم والے جذبات کی عکاسی کرنے کے لئے جو فصیح و بلیغ مناسب الفاظ اور جو اسلوب وہ اختیار کرتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ لبیدؓ کا بہت بڑا شاہکار ان کا وہ قصیدہ ہے جو عرب کے سات مشہور قصائد میں سے چوتھا قصیدہ ہے۔

عرب کے دوسرے ہمعصر شعراء کی طرح وہ بھی اپنے قصیدہ کا آغاز محبوب کی یاد اور اُس کے رہنے کی جگہوں کے اور اُس کے بعد ان کے کھنڈرات بن جانے کے ذکر سے کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ:

عَفَتِ الدِّيَارُ مَحَلُّهَا فَمُقَامُهَا
بِمِنًى تَأَبَّدَ غَوْلُهَا فَرِجَامُهَا

(یعنی) منی کے مقام پر میرے محبوب کے ٹھہرنے اور سکونت اختیار کرنے کی جگہیں اُس کے جانے کے بعد تباہ و برباد ہو گئیں اور اُن کے آثار تک مٹ گئے اور اس مقام منی پر غول اور رجام جگہیں اپنی بربادی کی وجہ سے جانوروں اور وحشیوں کے رہنے کی جگہیں بن گئیں ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنی سواری اونٹنی کا طویل وصف بیان کرتے ہیں پھر اپنی زندگی، اپنے پسندیدہ مشاغل، تفریحات اور اپنی فیاضی وشجاعت کا ذکر کرتے ہیں اور آخر میں اپنی قوم کا فخریہ انداز میں ذکر کر کے اس قصیدہ کو ختم کرتے ہیں لیکن لبیدؓ کی دوسرے شعراء سے امتیازی بات یہ ہے کہ ان تمام روایتی امور کی تفاصیل بیان کرنے میں وہ راست گوئی سے کام لیتے ہیں اور کسی کی مدح یا مذمت میں شاعرانہ مبالغہ آرائی سے مکمل باز رہتے ہوئے راستی اور خلوص اور حدّ اعتدال کے دامن کو پکڑے رکھتے ہیں۔ آپ کے قصیدہ کے بعض اور عمدہ اشعار کا ترجمہ درج ہے۔

''جب بڑے بڑے گروہ اور قبائل آپس میں اکٹھے ہوتے ہیں تو ان میں اہم معاملات کو ذمہ داری کے ساتھ اٹھانے والا اور بڑے بڑے امور کی انجام دہی کی خاطر چنا جانے والا فرد ہماری ہی قوم سے ہوتا ہے۔ ہم میں ایسے عادل سردار ہیں جو قبیلہ کو اُس کا حق دیتے ہیں اور ہم میں ایسے خودسر اور تندخو اور متکبر سردار پیدا ہوتے ہیں جو قبیلہ کے حقوق غصب کر لیتے ہیں۔ ہم عیبوں اور کمزوریوں سے مبراء ہیں ہمارے کارنامے کبھی فنا نہیں ہوں گے کیونکہ ہماری عقلیں نفسانی خواہشات کے تابع نہیں ہوتیں۔

پس خدا نے جو اخلاق و عادات کی تقسیم کر دی ہے اُسی پر قناعت کرو کیونکہ یہ تقسیم بڑے دانا اور عقل مند دور بین خدا

نے کی ہے۔ اور جب لوگوں میں امانتیں تقسیم کی گئیں تو قسام ازل نے مجد وسرداری کے مراتب ہمارے لئے بنائے چنانچہ ہمارا ہر چھوٹا اور بڑا اس بلند مقام ومرتبہ کا حامل ہے"۔

عمرو بن کلثوم التغلبی

پانچواں مشہور قصیدہ عمرو بن کلثوم التغلبی کا ہے۔ یہ قصیدہ عرب قومیت اور عربوں کی خودداری کا آئینہ دار ہے۔ یہ قصیدہ ایک بڑا حیرت انگیز پس منظر لئے ہوئے ہے جو عرب جاھلیت کے مزاج پر دلالت کرتا ہے۔ قبیلہ بکر اور تغلب کے درمیان ہونے والی جنگ کے بارے میں تو آپ کو علم ہی ہے۔ یہ جنگ بسوس کہلاتی ہے جو تقریباً نصف صدی تک ہوتی رہی۔ شاہان حیرہ میں سے ایک بادشاہ عمرو بن ہند نے ان دونوں قبائل کے درمیان صلح کروائی۔ یہ بادشاہ ایک دن دربار لگائے ہوئے تھا تو اس نے پوچھا کہ عرب میں کوئی ایسا شخص تم بتا سکتے ہو جس کی ماں میری ماں کی خدمت کرنا ذلت وعار سمجھے انہوں نے یہ جواب دیا کہ عمرو بن کلثوم کی ماں لیلیٰ ایسی عورت ہے جو کبھی تمہاری خدمت نہیں کرے گی۔ یہ سن کر بادشاہ نے ایک دعوت کا اہتمام کرنے کا پروگرام بنایا اور اپنی ماں کو سمجھا دیا کہ کھانے کے دوران آپ عمرو بن کلثوم کی ماں کو کہیں کہ مجھے وہ پلیٹ اُٹھا دو جب وہ آپ کی بات مان کر پلیٹ اُٹھا دے گی تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ عمرو بن کلثوم کی ماں نے ہماری خدمت کی ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے دعوت کا انتظام کیا اور عمرو بن کلثوم اور اُس کی ماں کو مدعو کیا۔ دعوت کے دوران جب بادشاہ کی ماں نے پلیٹ اُٹھا کر دینے کو کہا تو عمرو بن کلثوم کی ماں نے زور سے چلا کر کہا کہ "ذلة یا تغلب" کے اے بنو تغلب تمہاری ذلت ہوگئی۔ یہ سنتے ہی عمرو بن کلثوم بھاگتے ہوئے آیا اور اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ تلوار سے بادشاہ کا سر قلم کر دیا اور اپنی قوم کے ہمراہ وہاں سے بھاگ کر واپس آ گیا اور واپسی پر وہ عظیم الشان قصیدہ لکھا کہ اُس نے عربوں میں خاندان تغلب کو اس درجہ مشہور کیا کہ پھر انہیں مزید کسی کارنامہ کے انجام دینے کی ضروت نہ رہی۔ چنانچہ اس قصیدہ میں کہتا ہے کہ:۔

أَبَا هِنْدٍ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْنَا
وَ أَنْظِرْنَا نُخَبِّرْكَ الْيَقِيْنَا
بِأَنَّا نُورِدُ الرَّايَاتِ بِيْضًا
وَنُصْدِرُهُنَّ حُمْرًا قَدْ رَوِيْنَا
كَأَنَّ سيوفنا مِنَّا و منهم
مَخَارِيْقَ بِأَيْدِي لَاعِبِيْنَا

"اے ابو ہند ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے میں جلدی مت کر اور ہمیں مہلت دے تاکہ ہم تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کریں کہ ہمارا کیا مقام ومرتبہ ہے۔ ہم ایسے جنگجو ہیں کہ ہم سفید جھنڈے لے کر میدان جنگ میں اترتے ہیں لیکن جب واپس آتے ہیں تو انہیں خون ملا کر سرخ رنگ میں رنگین کر کے لاتے ہیں۔ اور ہماری تلواریں میدان جنگ میں اس طرح چلتی ہیں جس طرح لکڑی کی تلواریں کھلاڑیوں کے ہاتھوں میں چل رہی ہوں۔

مزید لکھتا ہے: "خبردار ہمارے ساتھ کوئی جہالت اور حماقت کا معاملہ نہ کرو ورنہ ہم ہر جہالت کرنے والے سے زیادہ بڑھ چڑھ کر اُس کے ساتھ جہالت اور نادانی والا سلوک کریں گے۔ ہم جب گھاٹ پر آتے ہیں تو صاف پانی ہم پیتے ہیں جب کہ ہمارے سوا دوسرے لوگوں کے حصہ میں گدلا کیا ہوا پانی آتا ہے۔ ہم جب کسی کی گرفت کرتے ہیں تو پوری قوت سے کرتے ہیں ہم نے بحر وبر کو اپنی آبادی سے بھر دیا ہے۔ جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھوڑنے کی عمر کو پہنچتا ہے۔ اُس کی ہیبت اتنی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے سرکش سردار اُس کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں"۔ (باقی آئندہ)

پاکستان ۔ اپنے بانی کی نظر میں

(مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب ۔ ربوہ)

کسی بھی مملکت یا ادارے کا بانی ہی وہ اتھارٹی ہوتا ہے جس کے خیالات و نظریات' اُس مملکت یا ادارے کی اصل غرض و غایت کا تعین کرتے ہیں۔ بنیاد رکھنے والے کو دوسرے ہر شخص سے بڑھ کر اس کے مقام و کردار پر اختیار ہوتا ہے۔ بالکل اُسی طرح جیسے اولاد پر والد کو سب سے زیادہ اختیار ہے۔ پاکستان کے بانی قائداعظم محمد علی جناح تھے۔ اس لئے پاکستان کے اصل خدوخال صرف اور صرف ان کے خیالات و نظریات میں نظر آتے ہیں۔ ایک نئی آزاد اور خودمختار جمہوریہ کی بنیاد قائداعظم نے کیوں رکھی' اِس سوال کا واضح اور برحق جواب صرف اور صرف قائداعظم کے نظریات میں مل سکتا ہے۔

آیئے ہم صرف ایک پہلو کے حوالے سے بانی پاکستان کے ارشادات کا جائزہ لیتے ہیں۔

پاکستان کا مذہبی مستقبل ۔ بانی کی نظر میں

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ متحدہ ہندوستان ''مذاہب کا ایک سمندر'' تھا۔ جس میں بہت سے مذاہب کے لوگ مختلف تعداد و تناسب رکھتے تھے۔ ہندوستان میں انتشار' افراتفری کی بڑی وجہ بھی یہی تھی کہ بڑی مچھلیاں' چھوٹی مچھلیوں کو کھا جانا چاہتی تھیں۔ ان مذاہب میں دو مذاہب کو بڑی اہمیت حاصل تھی' اسلام اور ہندومت' اس لئے جب ہندوستان تقسیم ہوا تو مذہبی مسائل بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک حصے میں ہندوؤں اور دوسرے میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہوگئی۔ اس طرح ایک مذہب سے وابستہ لوگ ایک طرف اکثریت اور دوسری طرف اقلیت بن گئے۔ یہی وہ بنیادی وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دراصل دو مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان بٹوارا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی یہی وہ ''مقصدِ اعلیٰ'' تھا جس کی وجہ سے ہندوستان کی تقسیم کو ناگزیر قرار دیا گیا۔ کیا متحدہ ہندوستان میں مذہبی معاملات کی ادائیگی ممکن نہ تھی؟ آیئے اس سوال کا جواب قائداعظم کے ارشادات میں تلاش کرتے ہیں۔ اِن ارشادات کی اہمیت مورخِ پاکستان رئیس احمد جعفری کے ان الفاظ سے واضح ہے کہ:

''قائدِاعظم' ملّتِ اسلامیہ کے اس آخری دور میں سب سے بڑے لیڈر تھے۔ انہوں نے ہمیں ایک تخیل دیا' ایک مقصد دیا' ایک منزل متعین کی اور اس منزل تک پہنچا بھی دیا۔ دنیا میں ایسے قائد بہت کم ہوئے ہیں کہ کسی مقصدِ جلیل کو لے کر اٹھیں اور اپنی زندگی ہی میں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب بھی ہوگئے ہوں۔ یہ سعادت قدرت نے قائداعظم ہی کی قسمت میں رکھی تھی۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں قائداعظم نے بہت سی تقریریں کیں۔ بہت سے بیانات دیئے۔ بہت سی پریس کانفرنسیں منعقد کیں۔ متعدد مواقع پر مسلمانوں کے نقطۂ نظر کی وضاحت اور ترجمانی' خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ کی''۔

(خطبات قائداعظم صفحہ ۱۷)

قائدِ اعظم نے اس خدشے کو رد کرتے ہوئے کہ

پاکستان بن جانے کے بعد اقلیتوں کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائیگا۔ اپریل ۱۹۴۱ء میں بالکل واضح الفاظ میں کہا:۔

"اقلیتیں جہاں بھی ہوں ان کے تحفظ کا انتظام کیا جائے گا میں نے ہمیشہ یقین کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا ایقان غلط نہیں۔ کوئی حکومت اور مملکت اپنی اقلیتوں کو اعتماد اور تحفظ کا یقین دلائے بغیر کامیابی کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی، کوئی حکومت ناانصافی اور جانبداری کی بنیادوں پر کھڑی نہیں رہ سکتی، اقلیت کے ساتھ ظلم وتشدد اس کی بقا کا ضامن نہیں ہوسکتا۔ اقلیتوں میں انصاف و آزادی، امن و مساوات کا احساس پیدا کرنا ہر انتخابی طرزِ حکومت کی بہترین آزمائش ہے۔ اس خصوص میں ہم دنیا کے کسی متمدن ملک سے ہیٹے نہیں رہ سکتے مجھے یقین ہے کہ جب وہ وقت آئے گا تو ہمارے ملکی خطوں کی اقلیتوں کو ہماری روایات، ثقافت اور اسلامی تعلیم سے نہ صرف انصاف وصداقت ملے گی بلکہ انہیں ہماری کریم النفسی اور عالی ظرفی کا ثبوت بھی مل جائے گا۔

(خطباتِ قائداعظم صفحہ ۳۵)

قائداعظم کے عملی احکامات اس ضمن میں کیا تھے وہ آپ کے اس بیان سے ظاہر ہے جو آپ نے کانگریسی وزارت کے خاتمے پر ۶ دسمبر ۱۹۳۹ء کو جاری کیا۔ آپ نے اس بیان میں ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو "یوم نجات" قرار دے کر ہدایت کی کہ جگہ جگہ جلسے کر کے یومِ نجات منایا جائے۔ ساتھ ہی واضح طور پر کہا کہ:۔

"مجھے توقع ہے کہ یہ جلسے بڑے حزم واحتیاط اور تحمل سے منعقد کئے جائیں گے اور کوئی ایسی بات نہیں کی جائے گی جس سے کسی فرقے کی دل آزاری ہو"۔

(ہماری قومی جدوجہد صفحہ ۲۸۶۔ مولفہ عاشق حسین بٹالوی)

چنانچہ یوم نجات پر ہندوستان کے گوشے گوشے میں جلسے ہوئے۔ ہندوستان کی تمام اقلیتوں نے اس موقع پر کانگریس کی ظالمانہ حکومت سے نجات پر شکر کا اظہار کیا۔ عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ کے بعد ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت ملک برکت علی نے کی۔ مزید لکھتے ہیں:۔

"پارسیوں کی طرف سے لاہور کے ایک مشہور بیرسٹر ہومی رستم جی نے تقریر کی کہ آج بلاشبہ جناح ہندوستان کی تمام اقلیتوں کا ہیرو ہے۔ جو تن تنہا کانگریس کے فاشزم کے خلاف یہ جنگ لڑ رہا ہے۔ پارسی قوم کو مسٹر جناح کی لیڈر شپ پر اعتماد ہے اور ہم بھی جناح کی فوج میں شامل ہیں"۔

(ہماری قومی جدوجہد صفحہ ۳۰۴)

قائداعظم کے مذہبی خیالات کو بیان کرتے ہوئے رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:۔

"وہ مسلمان ہے، وسیع المشرب مسلمان ہے۔ وہ ہر اس شخص کو مسلمان سمجھتا ہے جو محمد ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہو اور خدا کو ایک مانتا ہو"۔

(قائداعظم اور ان کا عہد صفحہ ۱۰۷)

۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو آپ نے دہلی میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا تو اس موقع پر بھی واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ:۔ "پاکستان میں اقلیتوں کی پوری پوری حفاظت کی جائے گی خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتی ہوں۔ ان کا مذہب اور ایمان پاکستان میں بالکل سلامت اور محفوظ رہے گا۔ اُن کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ان کے مذہب، عقیدے، جان ومال

(بقیہ صفحہ 8 پر)

☆☆☆☆

اس دل میں صداقت ہے جب تک......

پہلی آواز

اب سعی کا امکاں اور نہیں پرواز کا مضموں ہو بھی چکا
تاروں پہ کمندیں پھینک چکے مہتاب پہ شبخوں ہو بھی چکا
اب اور کسی فردا کیلئے ان آنکھوں سے کیا پیاں کیجئے
کس خواب کے جھوٹے افسوں سے تسکینِ دلِ ناداں کیجئے
شیرینیِ لب، خوشبوئے دہن، اب شوق کا عنواں کوئی نہیں
شادابیٔ دل، تفریحِ نظر، اب زیست کا درماں کوئی نہیں
جینے کے فسانے رہنے دو، اب ان میں الجھ کر کیا لیں گے
اک موت کا دھندا باقی ہے، جب چاہیں گے نپٹا لیں گے
یہ تیرا کفن، وہ میرا کفن، یہ میری لحد وہ تیری ہے

دوسری آواز

ہستی کی متاعِ بے پایاں، جاگیر تری ہے نہ میری ہے
اس بزم میں اپنی مشعلِ دل، بسمل ہے تو کیا، رخشاں ہے تو کیا
یہ بزم چراغاں رہتی ہے، اک طاق اگر ویراں ہے تو کیا
افسردہ ہیں گر ایام ترے، بدلا نہیں مسلکِ شام و سحر
ٹھہرے نہیں موسمِ گل کے قدم، قائم ہے جمالِ شمس و قمر
آباد ہے وادیِ کاکل و لب، شاداب و حسیں گلگشتِ نظر
مقسوم ہے لذتِ دردِ جگر، موجود ہے نعمتِ دیدۂ تر
اس دیدۂ تر کا شکر کرو، اس ذوقِ نظر کا شکر کرو
اس شام و سحر کا شکر کرو، ان شمس و قمر کا شکر کرو

پہلی آواز

گر ہے یہی مسلکِ شمس و قمر، ان شمس و قمر کا کیا ہوگا
رعنائیٔ شب کا کیا ہوگا، اندازِ سحر کا کیا ہوگا
جب خونِ جگر برفاب بنا، جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں
اس دیدۂ تر کا کیا ہوگا، اس ذوقِ نظر کا کیا ہوگا
جب شعر کے خیمے راکھ ہوئے، نغموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں
یہ ساز کہاں سر پھوڑیں گے، اس کلکِ گہر کا کیا ہوگا
جب کنجِ قفس مسکن ٹھہرا، اور جیب و گریباں طوق و رسن
آئے کہ نہ آئے موسمِ گل، اس دردِ جگر کا کیا ہوگا

دوسری آواز

یہ ہاتھ سلامت ہیں جب تک، اس خوں میں حرارت ہے جب تک
اس دل میں صداقت ہے جب تک، اس نطق میں طاقت ہے جب تک
ان طوق و سلاسل کو ہم تم، سکھلائیں گے شورشِ بربط و نے
وہ شورش جس کے آگے زبوں ہنگامہ طبلِ قیصر و کے
آزاد ہیں اپنے فکر و عمل بھرپور خزینہ ہمت کا
اک عمر ہے اپنی ہر ساعت، امروز ہے اپنا ہر فردا
یہ شام و سحر یہ شمس و قمر، یہ اختر و کوکب اپنے ہیں
یہ لوح و قلم، یہ طبل و علم، یہ مال و حشم سب اپنے ہیں

(فیض احمد فیض)

اردو ادب

بہادر شاہ ظفر

(مکرم شکیل احمد ناصر صاحب۔ ربوہ)

خاندانی تعارف و مختصر حالاتِ زندگی

ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ، اکبر ثانی کے بیٹے تھے اور شاہ عالم بادشاہ کے پوتے تھے، ہندوستان کی سلطنت دادا کے وقت میں جا چکی تھی، ایک وظیفہ خوار کی حیثیت سے برائے نام بادشاہ رہ گئے تھے اور ان کی حکومت دہلی میں قلعہ معلیٰ کی چار دیواری کے اندر سمٹ کر رہ گئی تھی۔ اس بدنصیب بادشاہ کی ساری زندگی مشکلات و مصائب میں گذری۔ دل کے ارمان دل ہی میں رہے۔ سلطنت کا خواب جو دیکھا تھا اس کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد قلعہ معلیٰ سے بھی نکال کر رنگون میں پھینک دیئے گئے۔

جوان بیٹے اور پوتے کو ان کی آنکھوں کے سامنے کھڑے کر کے گولی ماردی گئی اور جتنے دنوں کی زندگی تھی رنگون کے قید خانہ میں بے کسی و بے بسی کے ساتھ پوری کر کے وہیں سات نومبر ۱۸۶۹ء کو پیوند خاک ہو گئے۔

بہادر شاہ ظفر کی شاعری

بہادر شاہ ظفؔر کو شروع سے ہی شاعری سے لگاؤ تھا خود بھی شعر کہتے تھے اور مشاعرے بھی منعقد کرواتے تھے۔ دہلی کے تمام باکمال شعراء ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا کلام سناتے تھے۔ شروع میں شاہ نصیر اصلاح دیا کرتے تھے بعد میں میر کاظم حسین ان کے استاد ہوئے۔ میر کاظم حسین جب جان الفنسٹن صاحب کے میر منشی مقرر ہوئے تو اس کے بعد ابراہیم ذوق سے اصلاح لینے لگے۔ بعد میں مرزا غالب سے بھی اصلاح لی۔

مولانا آزاد نے لکھا ہے کہ ظفر کا تمام کلام ذوق کا عطیہ ہے۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے گل رعنا کے مؤلف حکیم سید عبدالحئی صاحب لکھتے ہیں:۔

"چاروں دیوان اس بدنصیب بادشاہ کے چھپ چکے ہیں۔ اور ذوق کا بھی تھوڑا بہت کلام جو کچھ مل سکا ہے وہ ایک دیوان کی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ ان دونوں کو پڑھو اور ہر ایک کے اندازِ سخن پر غور کرو پھر اپنی فطرت سلیم سے فتویٰ لو دونوں کی حیثیتیں جداگانہ نظر آئیں گی، ذوق پھر بھی ذوق ہیں ظفر کے استاد ان کے کلام کی رنگینی، ترکیب کی چستی، مضمون کی بندش، جوش و خروش ان کی باتیں ان کے ساتھ ہیں۔ ظفؔر کے ہاں جو سامان نظر آئے گا وہ اس سے ملتا جلتا ہوگا اور ہونا بھی چاہیئے کیونکہ استاد کا رنگ شاگرد میں آتا ضرور ہے۔ مگر پھر بھی وہ دوسری طرح کا ہوگا، محاوروں کی فراوانی یہاں زیادہ ملے گی، مگر جوش و خروش کی جگہ دل و جگر کے ٹکڑے حروف و الفاظ بن کر آنسوؤں کی سیاہی اور آہ و جگر دوز کے قلم سے لکھے ہوئے تم کو ملیں گے اب انہیں ظفر کا سمجھو یا ذوق کا"۔

(گل رعنا صفحہ ۲۹۳)

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ظفؔر کا کلام گرچہ ذوق کے کلام سے بعض پہلوؤں سے مشابہت ہی کیوں نہ رکھے مگر ظفر کے کلام کا بنیادی عنصر رنج و الم اس کو ذوق کے کلام سے ممتاز کرتا ہے۔

کلیات ظفر

کلیات میں تقریباً تیس ہزار سے زائد اشعار ہیں۔ حمد و نعت، سلام، مرثیہ، مسدس، مخمس، قطعات، رباعیات، اردو اور فارسی ہر چیز موجود ہے۔

نمونۂ کلام

لگتا نہیں ہے جی میرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالم ناپائیدار میں
بلبل کو پاسباں سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید لکھی تھی فصل بہار میں
ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے، دل داغدار میں
عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں
کتنا ہے بدنصیب ظفر دفن کے لئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

☆☆☆

کبھی بن سنور کے جو آ گئے تو بہارِ حسن دکھا گئے
میرے دل کو داغ لگا گئے، یہ نیا شگوفہ کھلا گئے
کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل، کوئی کیا کسی سے لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے
مرے پاس آتے تھے دم بدم وہ جدا نہ ہوتے تھے ایک دم
یہ دکھایا چرخ نے کیا ستم کہ مجھی سے آنکھیں چرا گئے
جو ملاتے تھے مرے منہ سے منہ، کبھی لب سے لب کبھی دل سے دل
جو غرور تھا وہ انہیں پہ تھا وہ سب ہی غروروں کو ڈھا گئے

☆☆☆

یار تھا، گلزار تھا، مے تھی، فضا تھی، میں نہ تھا
لائق پابوسِ جاناں کیا حنا تھی، میں نہ تھا
ہائے ساقی! ہو ساماں اور عاشق واں نہ ہو
یار تھا، سبزہ تھا، بدلی تھی، ہوا تھی، میں نہ تھا
میں نے پوچھا کیا ہوا وہ آپ کا حسن و شباب
ہنس کے بولا وہ صنم، شانِ خدا تھی، میں نہ تھا

☆☆☆

پسِ مرگ میرے مزار پر جو دیا کسی نے جلا دیا
اُسے آہ دامنِ باد نے سرشام ہی سے بجھا دیا
مجھے دفن کر چکو جس گھڑی، تو یہ اس سے کہنا کہ اے پری
وہ جو تیرا عاشقِ زار تھا، تہ خاک اس کو دبا دیا
دمِ غسل سے مرے پیشتر، اسے ہمدموں نے یہ سوچ کر
کہیں جاوے اس کا نہ دل دہل مری لاش پر سے ہٹا دیا
میں نے دل دیا، میں نے جان دی! مگر آہ تو نے نہ قدر کی
کسی بات کو جو کبھی کہا، اسے چٹکیوں سے اڑا دیا
نہ تو تاب ہے تنِ زار میں نہ قرار ہے غم یار میں
مجھے سوزِ عشق نے آخرش یونہی مثل شمع گھلا دیا
کہا نامہ بر نے جواب دو خطِ شوقِ عاشق زار کا
وہیں خط کو آگ میں ڈال کر کہا، کہیو خط کو جلا دیا

پس مرگ قبر پہ اے ظفر کوئی فاتحہ بھی پڑے کہاں
وہ جو ٹوٹی قبروں کا تھا نشاں اسے ٹھوکروں سے اڑا دیا

☆☆☆

لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی
تیری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی
عکس رخسار نے کس کے ہے تجھے چمکایا
تاب تجھ میں مہِ کامل کبھی ایسی تو نہ تھی

☆☆☆

تم وہاں مشغول شب کو محفل آرائی میں تھے
ہم یہاں بے تاب کیا کیا کنج تنہائی میں تھے
فائدہ کیا گر نہ کام آئے دل بیمار کے
گو کہ تیرے دونوں لب یکتا مسیحائی میں تھے

☆☆☆

یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا
یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے
کیوں خرد مند بنایا ، نہ بنایا ہوتا
خاکساری کے لئے گرچہ بنایا تھا مجھے
کاش خاکِ درِ جاناں نہ بنایا ہوتا

☆☆☆

پیامبر جو ادھر سے مرا نہیں آتا
تو کیا کہوں کہ مرے دل میں کیا نہیں آتا
کبھی ادھر سے بتِ پر جفا نہیں آتا
غرور حسن ہے خوف خدا نہیں آتا
غریق بحر محبت پہ تیرے کیا گذری
کسی سے سننے میں یہ ماجرا نہیں آتا
نہ ہو فراق میں جب تک کہ خوب بے مزگی
وصالِ یار کا ہرگز مزا نہیں آتا
تمہارے وصل کو پیارے گذر گئے مہ و سال
گلہ ظفر کو کچھ اس کے سوا نہیں آتا

☆☆☆

کسی نے اس کو سمجھایا تو ہوتا
کوئی یاں تک اسے لایا تو ہوتا
دل اس کی زلف میں الجھا ہے کب سے
ظفر اک روز سلجھایا تو ہوتا

☆☆☆

گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہیں دل کو میرے قرار ہے
کروں اس ستم کا میں کیا بیاں مرا غم سے سینہ فگار ہے
یہی تنگ حالی جو سب کا ہے، یہ کرشمہ قدرت رب کا ہے
جو بہار تھی سو خزاں تھی اب وہ بہار سے
شب و روز پھول میں جو پلے، کہو خارِ غم کو وہ کیا سہے
ملے طوق قید میں جب انہیں کہا گل کے بدلے یہ ہار ہے

سبھی جا وہ ماتم سخت ہے کہو کیسی گردش بخت ہے
نہ وہ تاج ہے نہ وہ تخت ہے نہ وہ شاہ ہے نہ ہار ہے
نہ وبال تن پہ ہے سر مرا، نہیں جان جانے کا ڈر ذرا
کٹے غم ہی نکلے جو دم مرا، مجھے اپنی زندگی بار ہے

☆☆☆

ہم نے دنیا میں آ کے کیا دیکھا
دیکھا جو کچھ سو خواب سا دیکھا
خوب دیکھا جہاں کے خوباں کو
ایک تجھ سا نہ دوسرا دیکھا
نہ ہوئے تیری خاک پا ہم نے
خاک میں آپ کو ملا دیکھا
اب نہ دیجئے ظفر کسی کو دل
کہ جسے دیکھا بے وفا دیکھا

☆☆☆

ہم اپنے کنج غم میں نالہ و فریاد کرتے ہیں
ہمیں کیا گر چمن میں چرچا ہے عندلیبوں کا

☆☆☆

خدا کے واسطے زاہد اٹھا پردہ نہ کعبہ کا
کہیں ایسا نہ ہو یاں بھی وہی کافر صنم نکلے

☆☆☆

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آ سکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں
مرا رنگ روپ بگڑ گیا میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں
نہ تو میں کسی کا حبیب ہوں، نہ تو میں کسی کا رقیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں، جو اجڑ گیا وہ دیار ہوں
پئے فاتحہ کوئی آئے کیوں، کوئی چار پھول چڑھائے کیوں
کوئی آ کے شمع جلائے کیوں میں وہ بے کسی کا مزار ہوں
میں نہیں ہوں نغمہ جانفزا مجھے سن کے کوئی کرے گا کیا
میں بڑے بروگ کی ہوں صدا، میں بڑے دکھی کی پکار ہوں

☆☆☆

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا
کئی روز میں آج وہ مہر لقا ہوا میرے جو سامنے جلوہ نما
مجھے صبر و قرار ذرا نہ رہا اسے پاس حجاب ذرا نہ رہا
اسے چاہا تھا میں نے کہ روک رکھوں مری جان بھی جائے تو جانے نہ دوں
کیے لاکھ فریب کروڑ فسوں نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا
ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

☆☆☆

امدادی کتب

۱۔ آب حیات ۲۔ گل رعنا ۳۔ دیوان ظفر
۴۔ دہلی کا دبستان شاعری

☆☆☆

قارئین خالد سے چند گذارشات

۱- یہ آپ کا اپنا رسالہ ہے۔اس کو خریدنا اور پڑھنا دینی و دنیاوی لحاظ سے بہت مفید ہے۔

۲- اس کی قلمی معاونت کرنا آپ کا فرض ہے تا کہ ''خالد'' کے معیار کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکے۔

۳- ''خالد'' کیلئے ہر احمدی کوئی بھی دینی' دنیاوی' علمی اور تحقیقی تحریر بھجوا سکتا ہے۔جو معیاری ہونے کی صورت میں ضرور شائع ہوگی۔انشاء اللہ

۴- مضامین صفحہ کے ایک طرف لکھیں اور ایک لائن چھوڑ کر لکھیں تا کہ آسانی سے پڑھا جاسکے۔

۵- اگر کسی مضمون میں کسی کتاب وغیرہ کا اقتباس دیں تو اس کا مکمل حوالہ تحریر کرنا بہت ضروری ہے۔مثلاً نام کتاب' صفحہ نمبر' نام مصنف' سن اشاعت' مطبع (پریس) کا نام اور ایڈیشن نمبر وغیرہ

۶- مزاحیہ ادب بھی ''خالد'' کے صفحات کی زینت بنتا ہے۔اس لئے ہلکی پھلکی شگفتہ تحریر بھی بھجوا سکتے ہیں۔

۷- اگر کوئی مضمون شائع کروانا مقصود ہو تو کم از کم دو مہینے پہلے وہ مضمون ادارہ خالد کو بھجوائیں مثلاً اگر مئی کے حوالہ سے کوئی مضمون ہے تو وہ فروری میں بھجوانا ضروری ہے۔

۸- اگر بعض احباب کے مضامین / منظوم کلام وغیرہ شائع نہ ہوں تو ہمت نہ ہاریں اور میدان تحریر میں زیادہ سے زیادہ محنت کر کے آگے بڑھیں۔

۹- ادارہ ہر اس تعمیری تنقید اور رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو ''خالد'' کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے دی جاتی ہے۔اس لئے اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہا کریں۔

۱۰- ایک نہایت ضروری گذارش ہے کہ آپ جو بھی خط ہمیں بھجوائیں اس میں اپنا مکمل ایڈریس ضرور تحریر فرمائیں تا کہ ادارہ کو جواب دینے میں آسانی رہے۔

ادارہ ماہنامہ خالد

ایوان محمود ربوہ ضلع جھنگ

پاکستان ۵۰۰ ون ڈے کھیلنے والی واحد کرکٹ ٹیم

(مرسلہ: مکرم رضوان احمد ناز صاحب)

کھیلوں میں ریکارڈز تو بنتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن کچھ ریکارڈ ایسے بھی ہوتے جنہیں اکثر ٹیموں کے لئے توڑنا آسان نہیں ہوتا مثلاً ۲۳ جون ۲۰۰۱ء کو پاکستان کرکٹ ٹیم نے ۵۰۰ ون ڈے میچ کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا۔ زمبابوے، بنگلہ دیش، سری لنکا اور دوسری کئی ٹیمیں اس ریکارڈ کو جلد نہیں توڑ سکتیں۔ کیونکہ ابھی ان کے ون ڈے میچوں کی تعداد بہت کم ہے۔ البتہ آسٹریلیا اور انگلینڈ اس ریکارڈ کو توڑنے کے قریب ہیں۔

پاکستان کو اس ٹارگٹ تک پہنچنے میں ۲۸ سال ۴ ماہ اور ۱۲ دن کا عرصہ لگا ہے۔ پاکستان نے ۵۰۰ میں سے ۲۶۱ میچ جیتے۔ ۲۲۳ ہارے اور ۱۰ بے نتیجہ رہے۔ جبکہ ۶ میچ ٹائی ہوئے۔ پاکستانی بلے بازوں نے ۱۰۲۲۷۲ اسکور کیا جس میں سے ۹۵۰۲۲ سکور بیٹ سے کھیل کر کیا۔ ۶۰۰ اسکور بائی ۲۸۲۶ سکور لیگ بائی، ۲۶۸۲ سکور وائیڈ جبکہ ۱۲۴۲ اسکور نو بال کا شامل ہے۔ پاکستان کے بیٹسمینوں نے ۴۳۳۰ مرتبہ کریز پر آ کر بیٹنگ کی جب کہ ۳۴۸۲ مرتبہ بیٹسمین آؤٹ ہوئے جن میں سے ۶۳۷ مرتبہ کلین بولڈ ۱۳۷۷ فیلڈر کے ہاتھوں کیچ آؤٹ ۴۶۶ مرتبہ وکٹ کیپر کے ہاتھوں کیچ آؤٹ اور ۱۴۷ مرتبہ بولر کے ہاتھوں کیچ آؤٹ ہوئے۔ ۲۸۶ مرتبہ ایمپائر نے انہیں ایل بی ڈبلیو دیا۔ ۴۷۰ مرتبہ رن آؤٹ ہوئے اور ۹۷ مرتبہ انہیں وکٹ کیپر نے سٹمپ کیا۔ ایک مرتبہ ہٹ وکٹ جب کہ فیلڈر کی راہ میں رکاوٹ حائل کرتے ہوئے بھی ایک کھلاڑی آؤٹ ہوا۔ ۸۴۲ مرتبہ کھلاڑی ناٹ آؤٹ رہے۔

پاکستان نے ایک روزہ میچوں کا آغاز ۱۱ فروری ۱۹۷۳ء کو کرائسٹ چرچ کے مقام پر نیوزی لینڈ کے خلاف کیا۔ اتفاق سے نیوزی لینڈ کا بھی یہ پہلا ایک روزہ میچ تھا۔ اس میچ میں پاکستان کو ۲۲ رنز سے شکست ہوئی۔ پاکستان نے ایک روزہ میچوں میں پہلی فتح ۳۱ اگست ۱۹۷۴ء کو ٹرینٹ برج کے مقام پر برطانیہ کے خلاف حاصل کی۔ اب تک کھیلے گئے ۵۰۰ میچوں کی تمام ممالک کے خلاف پاکستان اور بیرون ملک میں تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

۵۰۰ میچوں میں ۱۱۱ میچ پاکستان میں کھیلے گئے جن میں سے ۶۴ میں فتح حاصل ہوئی ۴۳ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ۳ بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہوئے جب کہ ایک میچ ٹائی ہوا۔ پاکستان سے باہر پاکستان نے ۳۸۹ میچ کھیلے جن میں سے ۱۹۷ میچ جیتے اور ۱۸۰ میں اسے شکست ہوئی۔ ۷ میچ کسی نتیجے کے بغیر ختم ہوئے جب کہ ۵ میچ ٹائی ہوئے۔

سب سے زیادہ میچ (۹۵) ویسٹ انڈیز کے خلاف کھیلے ہیں جن میں سے ۲۲ میچ پاکستان میں کھیلے گئے۔ ۳۴ پاکستان نے جیتے جب کہ ۵۹ میں شکست ہوئی اور ۲ میچ ٹائی ہوئے۔

دوسرے نمبر پر سری لنکا کے خلاف ۸۷ میچوں میں سے ۵۴ پاکستان نے جیتے، ۳۰ میں اسے شکست ہوئی ۲ میچ کسی نتیجہ کے بغیر ختم ہوئے جب کہ ایک میچ ٹائی ہوا۔ تیسرے نمبر پر بھارت کے خلاف ۸۵ میچ کھیلے جن میں سے صرف ۱۵ پاکستان میں کھیلے گئے۔ ۵۲ میچ پاکستان نے جیتے اور ۲۹ میچ ہارے۔ ۴ میچ کسی نتیجے کے بغیر ختم ہوگئے۔ آسٹریلیا کے ساتھ ۶۰ میچ کھیلے گئے جن میں سے ۱۱ میچ پاکستان میں منعقد

ہوئے ان میں سے ۲۴ پاکستان نے جیتے جب کہ ۳۳ میں اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا، ۲ میچ کسی نتیجے کے بغیر ختم ہو گئے، ایک میچ ٹائی ہوا۔ نیوزی لینڈ کے ساتھ ۵۹ میچ کھیلے گئے جن میں سے پاکستان میں ۱۲ ہوئے۔ ۵۹ میچوں میں سے ۳۵ پاکستان نے جیتے اور ۲۲ میچ ہارے ایک میچ کسی نتیجے کے بغیر ختم ہوا اور ایک میچ ٹائی ہوا۔ برطانیہ کے خلاف ۴۹ میچ کھیلے گئے۔ پاکستان میں ۱۴ ہوئے۔ ۴۹ میچوں میں سے ۲۰ پاکستان نے جیتے ۲۸ ہارے جب کہ ایک میچ کسی نتیجہ کے بغیر ختم ہوا۔ جنوبی افریقہ اور پاکستان ایک روزہ میچوں میں ۲۹ مرتبہ آمنے سامنے آئے جن میں سے ۵ پاکستان میں کھیلے گئے۔ ۲۹ میچوں میں سے ۱۰ پاکستان نے جیتے اور ۱۹ ہارے۔ بنگلہ دیش کے خلاف ابھی صرف ۸ میچ کھیلے ہیں۔ پاکستان میں ابھی تک بنگلہ دیش کے ساتھ کوئی ایک روزہ میچ نہیں کھیلا گیا۔ ۸ میں سے ۷ پاکستان نے جیتے اور ایک میچ ہارا۔

متحدہ عرب امارات کے ساتھ ۲ میچ کھیلے دونوں پاکستان نے جیتے۔ کینیڈا اور ہالینڈ کی ٹیموں کے خلاف ایک ایک میچ کھیلا جو پاکستان نے ہی جیتا۔ زمبابوے کے خلاف ۲۲ میچ کھیلے جس میں سے ۹ پاکستان میں کھیلے گئے ۲۲ میچوں میں سے ۱۹ پاکستان نے جیتے ۲ ہارے اور ایک میچ ٹائی ہوا۔ اب تک کھیلے گئے ۵۰۰ میچوں میں اگر پاکستان کی مجموعی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بھارت، سری لنکا، نیوزی لینڈ اور زمبابوے، بنگلہ دیش، کینیڈا، کینیا، ہالینڈ اور متحدہ عرب امارات کے خلاف پاکستان کے جیتنے کی اوسط بہتر ہے۔

پاکستان نے زیادہ میچ جیتے جبکہ آسٹریلیا، برطانیہ، جنوبی افریقہ اور ویسٹ انڈیز کی ٹیموں کے خلاف کارکردگی تسلی بخش نہیں ہے۔ واضح ہو کہ یہ ریکارڈ صرف ۲۳ جون ۲۰۰۱ء تک کھیلے گئے میچوں کا ہے۔

(فیملی میگزین ۲۳ تا ۲۹ ستمبر ۲۰۰۱ء صفحہ ۳۰)

آرزو

مجھے معجزوں پہ یقیں نہیں مگر آرزو ہے کہ جب قضا

مجھے بزمِ دہر سے لے چلے

تو پھر ایک بار یہ اذن دے

کہ لحد سے لوٹ کے آسکوں

ترے در پہ آکے صدا کروں

تجھے غمگسار کی ہو طلب تو ترے حضور میں آرہوں

یہ نہ ہو تو سوئے رہِ عدم میں پھر ایک بار روانہ ہوں

(نسخہ ہائے وفا۔ فیض احمد فیض)

قارئین خالد / تشحیذ کے لئے

رسالہ خالد / تشحیذ کا سالانہ چندہ مبلغ -/100 روپے پاکستان کے لئے ہے۔

بیرون از پاکستان رسالہ خالد / تشحیذ کی سالانہ چندہ شرح درج ذیل ہے۔

جرمنی	50 مارک
انگلینڈ، ہالینڈ	15 پاؤنڈ
بیلجیئم، سویڈن	1350 پاکستانی روپے
امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا	30 یو ایس ڈالر (1500 پاکستانی روپے)

مزاح

انتخاب

(ڈاکٹر شفیق الرحمان)

☆

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب میں ہر شام کلب جایا کرتا تھا۔ شام کو بلیرڈ روم کا افتتاح ہو رہا ہے۔ چند شوقین انگریز ممبروں نے خاص طور پر چندہ اکٹھا کیا۔ ایک نہایت قیمتی بلیرڈ کی میز منگائی گئی۔ کلب کے سب سے معزز اور پرانے ممبر رسم افتتاح کر رہے ہیں۔

پہلے ایک مختصر سی تقریر ہوئی۔ پھر میز کی سبز مخمل پر چھوٹی سی گیند رکھ دی گئی اور ان بزرگوار کے ہاتھ میں کیو دیا گیا کہ گیند سے چھو دیں لیکن انہوں نے اپنے طرے کو چند مرتبہ لہرایا، مونچھوں پر ہاتھ پھیرا۔

چند قدم پیچھے ہٹے اور پھر دفعۃً کسی بیل کے جوش و خروش کے ساتھ حملہ آور ہوئے۔ سب نے دیکھا کہ میز کا قیمتی کپڑا نصف سے زیادہ پھٹ چکا ہے اور کیو اندر دھنس گیا ہے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر ایک بچہ بولا۔ ''ابا جان! آپ خاموش کیوں ہیں؟ آپ Opening Ceremony کے خواہش مند تھے۔ انہوں نے اس ڈنڈے کی نوک سے مخمل کو Open کر تو دیا اور کیا چاہئے؟

☆

ایک جگہ غدر مچا ہوا ہے۔ بچے چیخ رہے ہیں، چلا رہے ہیں۔ بالکل ہی نزدیک چند معمر حضرات اس سنجیدگی سے اخبار پڑھ رہے ہیں جیسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ ایک کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ ایک بچہ گراموفون پر ریکارڈ رکھتا ہے لیکن ریکارڈ بجایا نہیں جاتا صرف گھمایا جاتا ہے۔ ایک اور بچہ باجے کے گرد بھاگ بھاگ کر گھومتے ہوئے ریکارڈ کے الفاظ پڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ سب بچے تالیاں بجا رہے ہیں۔

ایک بچہ اپنے کوٹ کے کالر میں گوبھی کا چھوٹا سا پھول لگا کر آیا ہے۔ چند بچوں نے کلب کے سارے کیلنڈر الٹ پلٹ کر دینا، غلط تاریخیں لگا دینا اور کلاکوں کی سوئیاں اوپر نیچے کر دینا اپنا فرض تصور کر رکھا ہے۔ ایک بچہ ایک تنہا کمرے میں بیٹھا بڑی سنجیدگی سے گا رہا ہے۔

شباب آیا کسی بت پر فدا ہونے کا وقت آیا

ایک بچہ باہر گیٹ کے پاس خوانچے والے سے محو گفتگو ہے۔

''تمہارے پاس شکر قندیاں ہیں؟''
''نہیں شکر قندیاں تو نہیں ہیں''
''کھیرے ہیں؟''
''نہیں۔ مگر سنگترے ہیں''
''اور ککڑیاں؟''
''اور ککڑیاں نہیں۔ مگر کیلے ہیں''
''اور گنڈیریاں؟''
''نہیں۔ لیکن سیب ہیں''
''تو کہہ کیوں نہیں دیتے کہ تمہارے پاس فروٹ بالکل نہیں ہے''

☆

ایک کمرے میں کچھ حضرات اور ان کے لخت جگر اور نور چشم بیٹھے ہیں۔ ایک صاحب اپنی کھینچی ہوئی تصویریں دکھا رہے ہیں۔ ان کے بچے نے اچھل کر ایک تصویر چھین لی اور

نعرہ لگایا۔ ''ابا جان! یہ آدمی ماموں جان سے کتنا ملتا ہے۔''

''بالکل نہیں ملتا''

''کتنا تو ملتا ہے۔ فقط اس کے کان ذرا لمبے ہیں اور ناک ذرا چھوٹی ہے، بس''

''نہیں بیٹا نہیں ملتا''

''نہیں ابا جان! آپ غور سے دیکھئے۔ بس اس کے ہونٹ ذرا موٹے ہیں۔ آنکھیں ذرا بھینگی ہیں اور ماتھا چھوٹا ہے۔ باقی تو ہو بہو ماموں جان سے ملتا ہے اور یہ آدمی کرسی پر کیوں نہیں بیٹھا۔ پیدل کیوں کھڑا ہے؟

☆

ان صاحب کی ایک تصویر ہل گئی ہے مگر وہ صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کا کیمرہ ہرگز نہیں ہلا۔

''آپ کا کیمرہ ہرگز نہیں ہلا تو بیک گراؤنڈ ہل گیا ہوگا۔ یا یہ عمارت ہل گئی ہوگی''

ایک بچہ کہتا ہے۔

''عمارت کس طرح ہل سکتی ہے؟'' ایک اور بچہ پوچھتا ہے۔

''زلزلے سے سب کچھ ہل سکتا ہے'' ایک برخوردار بیان دیتے ہیں۔

☆

ایک گوشے میں چند بچے کتابیں کھولے بیٹھے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ ہو رہا ہے۔

''پانی پت کی لڑائی میں مرہٹوں کا کیا نکل گیا؟''

ایک نے پوچھا۔

''بھرکس''

''اور علاؤالدین خلجی کے زمانے میں کیا چیز عام تھی؟''

''طوائف الملوکی''

''اکبر نے رشوت کا کیا کر دیا؟''

''قلع قمع''

''بڑے ذہین لڑکے ہیں۔'' ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

''کیوں میاں صاحبزادے امتحان میں کتنے نمبر لو گے؟''

''جی میں یونیورسٹی میں سیکنڈ آؤں گا''

''سیکنڈ کیوں؟ فرسٹ کیوں نہیں؟''

''جی فرسٹ ایک اور لڑکا آئے گا جو میرا ہم جماعت ہے''

☆

''ابا جان! بادلوں کی بجلی اور پنکھے کی بجلی میں کیا فرق ہے؟''

''میں نے سائنس نہیں پڑھی تھی''

''ابا جان! خط استوا تو کافی بڑی ساری چیز ہوگی۔ دور سے نظر آتی ہوگی''

''پتہ نہیں''

''ابا جان! اسکیمو تو خوب آئس کریم بنا بنا کر کھاتے ہوں گے؟''

''پتہ نہیں! مجھے جغرافیہ پڑھے دیر ہوگئی ہے''

''ابا جان! توپ کس طرح چلاتے ہیں؟''

''پتہ نہیں''

''ابا جان اگر''

''ہاں ہاں بیٹا''

''اچھا جانے دیجئے؟ (چلا کر) تم سوال پوچھنے سے کیوں ہچکچاتے ہو؟ اگر سوال نہیں پوچھو گے تو سیکھو گے خاک؟ تمہارے علم میں کیونکر اضافہ ہوگا؟

☆☆☆

کمپیوٹر ڈیسک

(مکرم شیخ نصیر احمد صاحب)

کیا حال ہے پیارے دوستو! ونڈوز 98 کا Start Menu ہمیں ونڈوز کے تقریباً ہر قسم کے فنکشنز کے بارے میں مدد دیتا ہے۔ آپ اس کے ذریعے مختلف پروگرام چلا سکتے ہیں، ونڈوز کے مختلف فیچرز کو سیٹ کر سکتے ہیں، مختلف فائلز ڈھونڈ سکتے ہیں، ونڈوز کو Shut Down کر سکتے ہیں اور باقی ہر قسم کے کام کر سکتے ہیں۔ ونڈوز 98 کے سٹارٹ مینو میں جتنی کمانڈز موجود ہیں تقریباً اتنی ہی ونڈوز 95 کے سٹارٹ مینو میں بھی موجود ہیں سوائے ایک آدھ کے۔ جب آپ سٹارٹ مینو پر کلک کرتے ہیں تو آپ کے سامنے مختلف قسم کی کمانڈز کی ایک سلائیڈ سی آتی ہے۔

اگر تو آپ کے پاس انٹرنیٹ کنکشن موجود ہے تو آپ Windows Update کی کمانڈ کے ذریعے اپنے ونڈوز کو کبھی کبھار اپ ڈیٹ کر سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ونڈوز میں مائیکروسافٹ کی طرف سے جو بھی نئی نئی چیزیں ڈالی جا رہی ہیں ان سے اپنی ونڈوز کو بھی مستفید کرواتے جائیں اور خود بھی فائدہ اٹھاتے جائیں۔

Programs کی کمانڈ ہمارے سامنے ونڈوز میں انسٹال تمام پروگرامز کی لسٹ لے آتی ہے۔ جو ہم مختلف گروپس اور مختلف سب مینوز کے ذریعے چلا سکتے ہیں۔ جب آپ پروگرامز کے لیبل پر ماؤس پوائنٹر لا کر کھڑا کرتے ہیں تو اس کے اندر موجود تمام پروگرامز چاہے وہ الگ الگ ہوں یا سب مینوز کی صورت میں ہوں خود بخود ہی آپ کے سامنے آ موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح کسی سب مینو گروپ کے لیبل پر ماؤس پوائنٹر لانے پر بھی اس کے اندر کے تمام پروگرام اور سب مینوز خود بخود آپ کے سامنے آ جاتے ہیں اور آپ ماؤس کو کلک اسی صورت میں کرتے ہیں جب آپ مطلوبہ پروگرام کو چلانا چاہیں ورنہ کسی سب مینو کو کھولنے کے لئے کلک کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

Favorits کی کمانڈ کے ذریعے آپ اپنے پسندیدہ شارٹ کٹس تک فوراً رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ شارٹ کٹس کسی پروگرام کے بھی ہو سکتے ہیں، کسی دستاویز یا فائل کے بھی، کسی انٹرنیٹ چینل یا ریڈیو کے بھی یا آپ کی ہارڈ ڈسک میں موجود آپ کے کاپی کئے ہوئے نظموں یا گانوں کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اس مینو میں آ کر آپ مطلوبہ شارٹ کٹ پر کلک کریں اور اپنے پسندیدہ چینل کو اوپن کر لیں یا ریڈیو سنیں یا اپنی پسندیدہ دستاویز میں کام کریں۔

Documents کے مینو کی آئٹمز خود بخود ہی آتی رہتی ہیں۔ آپ حیران نہ ہوں، یہ کوئی وائرس وغیرہ کا چکر نہیں ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے اپنے محلے کی تجنید مائیکروسافٹ ایکسل میں بنائی ہے۔ جب آپ اس پر کام کرنے کے بعد ایکسل سے باہر آئیں گے تو اس مینو کو چیک کریں آپ کی محفوظ کی ہوئی فائل کا ایک شارٹ کٹ اس مینو میں موجود ہوگا اور آپ لمبے چکروں میں پڑے بغیر اپنی اس فائل کو دوبارہ کھول سکیں گے۔ یعنی اس مینو میں آ کر اس فائل پر کلک کریں اور پہلے ایکسل اوپن ہوگا

اور پھر اس میں یہ فائل کھل جائے گی۔ بجائے اس کے کہ آپ پہلے ایکسل کو اوپن کریں پھر فائل مینو میں جا کر یا ''کنٹرول - او'' پریس کر کے فائل اوپن کرنے والا ڈائیلاگ سامنے لائیں پھر مطلوبہ ڈائریکٹری میں جا کر فائل پر ڈبل کریں یا فائل پر کلک کرنے کے بعد اوپن کے بٹن پر کلک کریں تب کہیں جا کر آپ کو فائل کی شکل دیکھنا نصیب ہو۔ ڈاکومنٹس مینو والا طریقہ بہتر ہے۔ جن احباب کو ایکسل والی مثال سمجھ میں نہیں آئی یا وہ ابھی کمپیوٹر میں نئے ہیں ان کے لئے یہ مثال اچھی رہی گی (اس مثال کو سمجھنے کے لئے آپ کو پہلے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کمپیوٹر کے علاوہ عام زندگی میں بھی ہر بات ممکن ہے) آپ کے دفتر میں ایک الماری ہے جس میں مختلف دراز بنے ہوئے ہیں ان میں ہر ایک دراز میں الگ قسم کے کاغذات رکھے ہیں۔ آپ اپنے انکم ٹیکس والے کاغذات میں سے ایک کاغذ نکالنا چاہتے ہیں تو آپ کیا کریں گے۔ پہلے اٹھ کر جائیں گے کہ الماری کا دروازہ کھولیں، پھر انکم ٹیکس والے دراز کا خانہ کھولیں گے، پھر اس میں مطلوبہ کاغذ ڈھونڈیں گے، تب کہیں جا کر مطلوبہ کاغذ ملے گا اور اس پر کام کرنے کے بعد آپ اس کاغذ کو دوبارہ اسی طرح اس دراز میں رکھ دیں گے۔ آپ یہ تسلیم کریں کہ آپ نے اپنی دس انگلیوں میں دس دھاگے باندھ رکھے ہیں۔ جب آپ اس کاغذ کو دوبارہ واپس رکھیں گے تو اپنے ایک انگلی کا دھاگہ اس سے باندھ دیں گے۔ دوبارہ جب بھی آپ کو اس کاغذ کی ضرورت ہو گی آپ اس انگلی کو ہلائیں گے اور کاغذ آپ کے سامنے آ موجود ہو گا۔ اس طرح آپ دس کاغذ مختلف درازوں سے اپنی انگلیوں سے باندھ سکتے ہیں اور اگر گیارہویں کاغذ کی ضرورت ہو گی تو سب سے پہلے والے کاغذ سے دھاگہ اتار کر اس نئے کاغذ سے باندھ لیں گے۔ یعنی نئے کاغذ کو ایک بار تو آپ اٹھ کر الماری میں سے ڈھونڈ کر نکالیں گے لیکن اگر کبھی دوبارہ ضرورت پڑے گی تو صرف انگلی کے ایک اشارے سے ہی اس کاغذ کو نکالا جا سکے گا۔ امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ شکریہ

Settings مینو بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ مینو اصل میں ونڈوز کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ جس طرح کسی ادارے کے ہیڈ کوارٹر میں اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو سارے ادارہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس مینو میں ایسی چیزیں موجود ہیں جن کو اگر اصل طریق سے ہٹ کر چھیڑا جائے تو ونڈوز کا نظام خراب ہو جاتا ہے۔ اس مینو کے ذریعے ہم ونڈوز کے کنٹرول پینل میں جا سکتے ہیں جہاں ونڈوز کے مختلف کمپونٹس کے ذریعے ونڈوز کے سیٹ اپ کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں آپ کو بتانا نہیں چاہتا، بار بار ایک ہی بات کو کہہ رہا ہوں۔ تو سنیں! ونڈوز میں انسٹال کئے ہوئے مختلف پروگرام اور ونڈوز کی اپنی Accessories کو Add/Remove کرنا، کمپیوٹر میں لگے ہوئے مختلف پرزہ جات کی ونڈوز کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا اور اگر ضرورت ہو تو ونڈوز کو بتانا کہ فلاں فلاں پرزہ کمپیوٹر میں نیا لگایا ہے یا یہ بتانا کہ فلاں فلاں پرزے کو استعمال نہیں کرنا، مانیٹر کے مطابق ونڈوز میں Colors اور کوالٹی کو سیٹ کرنا، مختلف پروگرام میں اگر لکھائی باریک ہو تو اس کو موٹا کرنا تا کہ پڑھنے میں آسانی ہو، مختلف Events کے لئے آواز سیٹ کرنا مثلاً ونڈوز سٹارٹ ہوتے ہوئے جو آواز آنی چاہئے اس کو سیٹ کرنا اور اسی طرح کسی مینو کو کھولتے وقت، پروگرام چلاتے وقت، غلطی کرتے وقت، یا مصروفیت کے وقت کی Sounds سیٹ کرنا، معذور افراد کے لئے ونڈوز کو سیٹ کرنا مثلاً اندھوں یا کم نظر آنے والوں کے لئے Keyboard کی مختلف کیز کے لئے آوازیں مخصوص کرنا مثلاً Num Lock, Caps Lock وغیرہ کے آن آف کے لئے الگ الگ آوازیں وغیرہ اور مانیٹر کے رنگ کا کنٹراسٹ

میں استعمال کروانا۔ بہروں کے لئے ان آوازوں کے متبادل مثلاً پروگرامز یا ڈائیلوگ باکسز کے ٹائٹل کو فلیش کروانا۔ ہاتھوں سے معذور افراد کے لئے Keyboard کی بعض کیز مثلاً Control, Alternate کیز جن کے ساتھ آپ دوسری کسی ''کی'' کو دباتے ہیں مثلاً کسی فائل کو محفوظ کرنے کے لئے ''Ctrl+s'' دباتے ہیں اس کے لئے کنٹرول کی کو دبا کر رکھنا ضروری ہوتا ہے معذور افراد کے لئے یہ ہوگا کہ وہ ایک بار کنٹرول کی کو دبائیں اور دوسری بار کسی دوسری کی کو دبائیں ونڈوز ان کے لئے کنٹرول کی کو دبا کر رکھے گی وغیرہ وغیرہ

اوپر والی سب چیزیں تو کنٹرول پینل میں موجود ہیں۔ اگر آپ نے کوئی پرنٹر اپنے کمپیوٹر کے ساتھ لگایا ہے تو آپ Printers کی کمانڈ کے ذریعے اسے ونڈوز سے متعارف کرواسکتے ہیں۔ Taskbar & Start Menu کے ذریعے سٹارٹ مینو میں سے کسی پروگرام کا شارٹ کٹ نکال سکتے ہیں یا کسی نئے پروگرام کا شارٹ کٹ ڈال سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ونڈوز کو بتا سکتے ہیں کہ ٹاسک بار پر کلاک دکھانا ہے یا نہیں اور سٹارٹ مینو میں شارٹ کٹ بڑے سائز میں دکھانے ہیں یا چھوٹے دکھانے ہیں وغیرہ Folder's Options میں آپ ونڈوز کو بتاتے ہیں کہ جب آپ اپنی ہارڈ ڈسک کے مختلف فولڈرز کھولیں تو وہ کیسے نظر آئیں۔ اور آپ ان میں ونڈوز کے پرانے طریقہ کار کے مطابق ماؤس سے ڈبل کلک کرنا چاہتے ہیں یا انٹرنیٹ استعمال کرتے ہوئے جس طرح مختلف بٹن سنگل کلک ہی سے دباتے ہیں اسی طرح فولڈرز میں بھی استعمال کرنا چاہتے ہیں وغیرہ Active Desktop میں آپ ونڈوز کو بتاتے ہیں کہ آپ اپنے ڈیسک ٹاپ کو (جس کے بارے میں پچھلے شمارے میں بتا چکا ہوں) کو انٹرنیٹ کی مختلف آئیٹمز کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔

Find کی کمانڈ آپ کو آپ کے کمپیوٹر میں یا اگر آپ نیٹ ورک سے ملے ہوئے ہیں تو دوسرے کمپیوٹرز میں فائلز ڈھونڈنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ صرف فائلز ہی ڈھونڈنے میں مدد نہیں دیتی بلکہ نیٹ ورک میں موجود کسی کمپیوٹر یا آدمی کو بھی ڈھونڈنے میں مدد دیتی ہے۔ اسی طرح آپ اس کے ذریعے انٹرنیٹ پر بھی ڈھنڈورا پٹوا سکتے ہیں۔

Help اس کے بارے میں تو لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ بھلا مدد کے بارے میں لکھنے کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے۔ مدد کا تو ہر ایک خواہش مند ہوتا ہے۔ آپ اتنے زیادہ خوش نہ ہوں۔ اس کمانڈ کے ذریعے ونڈوز آپ کو کوئی قرضہ پاس کروا کر نہیں دے گی یا...... خیر چھوڑیں۔ یہ مدد ونڈوز آپ کو اپنے بارے میں جاننے کے بارے میں دے گی۔ اس کو آپ خود ہی دیکھیں۔

Run کمانڈ آپ کو پرانے آپریٹنگ سسٹمز کے پروگرام چلانے میں مدد دے گی۔ یا اگر آپ ونڈوز میں کوئی نیا پروگرام انسٹال کرنا چاہتے ہیں تو اس کا Setup پروگرام آپ اس کمانڈ کے ذریعے ہی چلائیں گے۔ اس کمانڈ کے ذریعے آپ ویب پیجز بھی کھول سکتے ہیں۔ اس کمانڈ پر کلک کریں اور اوپن کے آگے مطلوبہ سائٹ کا ایڈریس لکھیں اور اینٹر کردیں۔ مطلوبہ سائٹ انٹرنیٹ ایکسپلورر میں آپ کے سامنے کھل جائے گی۔

Log Off کی کمانڈ اس وقت کام آتی ہے جب آپ کے کمپیوٹر کو ایک سے زیادہ لوگ استعمال کررہے ہوں اور وہ اپنی دستاویزات، ونڈوز کا وال پیپر وغیرہ اور

(بقیہ صفحہ 16 پر)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

''اور آئندہ عید میں بھی میرا وہ پیغام یاد رکھیں کہ آپ کی سچی عید تب ہو گی جب آپ غریبوں کی عید کریں گے۔ ان کے دکھوں کو اپنے ساتھ بانٹیں گے۔ ان کے گھر پہنچیں گے، ان کے حالات دیکھیں گے، ان کی غریبانہ زندگی پر ہو سکتا ہے آپ کی آنکھوں سے کچھ رحمت کے آنسو برسیں۔ کیا بعید ہے کہ وہی رحمت کے آنسو آپ کے لئے ہمیشہ کی زندگی سنوارنے کا موجب بن جائیں۔ ہو سکتا ہے آپکو پہلے علم نہ ہو کہ غربت کیا ہے اس وقت پتہ چلے اور آپ کے اندر ایک عجیب انقلاب پیدا ہو جائے''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 فروری 96ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 5 اپریل 96ء)

Monthly
KHALID
Editor:
IsfandYar Muneeb
Digitized By Khilafat Library Rabwah
December 2001
Regd. CPL # 139